ISSN 2395 - 1494

بیادگار: الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اہل سنت کا ترجمان

ماہنامہ کنزالایمان دہلی

25/- دسمبر ۲۰۲۱ء

December-2021

گجرات کی طرح تریپورہ سرکار کی پشت پناہی میں

منصوبہ بند دہشت گردانہ تشدد

مقامی ہندو افراد کی مدد سے ہی مسلم دوکانوں اور مکانوں کی پہچان کی گئی اور نام لے کر

سیدھے پیغمبر اسلام کو گالی دی گئی

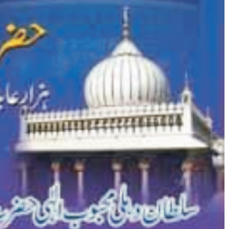
جو نا قابل برداشت ہے

ہم نے دیکھا ہے کہ فسادات کے بعد بھارت کے مسلمان اپنے لٹے پٹے، اجاڑ دیے گئے اور بے گھر بے روزگار کر دیے گئے مسلمان بھائیوں کی خوب مدد کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا ہے کہ منصوبہ بندی کے بغیر نقد روپے اور بنیادی ضرورتوں کے سامان ضرورت سے زیادہ ہی دے ڈالتے ہیں حالانکہ ہم کو چاہیے کہ بے گھر بے روزگار کر دیے گئے مسلمانوں کا پہلے گھر بنائیں، پہلے روزگار کھڑا کریں، دوکان اور مکان کو پہلے سے بہتر بنائیں، جو مسجدیں اور مدرسے نذر آتش کر دیے گئے ہیں اُن کو پہلے سے زیادہ بڑے رقبے میں اتنی عالیشان بنادیں کہ دنگائیوں کے سینے پر ہمیشہ سانپ لوٹتا رہے کہ جسے ہم نے برباد کیا، اب وہ پہلے سے زیادہ آباد ہو گیا ہے اور ہم جہاں تھے وہیں رہ گئے اور قانون و سماج کی نظر میں مجرم بھی قرار دیے گئے۔ تب شاید اُن کی سوچ بدلے کہ ابن الوقت اور فرقہ پرست سیاست دانوں کے جھانسے میں آکر بھارت کے لوگوں کا گھر کاروبار، برباد کرنے میں اپنی ہی بربادی ہے اور باقی بھی سبق حاصل کریں۔



حضرت غوث اعظم

ہزار عابدوں سے افضل عالم دین



سلطان دہلی محبوب الٰہی حضرت سید نظام الدین اولیاء چشتی

ماں کے قدم سے مرشد کے مے خانہ تک

بھارت میں سلسلہ قادریہ کے دوسرے بزرگ

حضرت سید ابراہیم قادری ایرجی ثم دہلوی

عید میلاد النبی پر امارت شرعیہ بہار کا فتوی: فکر و عمل کا تضاد

سیاست افرادی قوت اور طاقت کی زبان سمجھتی ہے

ہماری جمہوریت میں انصاف کے دوہرے پیمانے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ مشاورت

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

١. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٢. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
٣. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
٤. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
٥. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
٦. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
٧. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
٨. علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
٩. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
١٠. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
١١. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
١٢. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
١٣. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
١٤. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
١٥. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
١٦. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
١٧. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

جلد ۲۶ — شمارہ ۱۲

دسمبر ۲۰۲۱ء

ربیع الثانی / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ

مجلسِ ادارت

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ر
تاحیات	۱۰۰۰۰ر
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

نمبر شمار	نشانِ منزل	شرکائے سفر	منزلیں	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	محمد ظفر الدین برکاتی	تریپورہ سرکار کی پشت پناہی میں منصوبہ بند دہشت گردانہ تشدد	۵
۲	انوارِ قرآن	حافظ محمد ہاشم صدیقی	نیند اللہ کی نعمت جس کی بے قدری ہو رہی ہے	۸
۳	انوارِ حدیث	محمد علی قاضی مصباحی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رسالت	۱۰
۴	شرعی احکام	شمیم اختر مصباحی	صدر العلماء کے علمی افادات	۱۲
۵	عقیدہ و نظریہ	ڈاکٹر امجد رضا قادری	عید میلاد النبی پر امارت شرعیہ کا فتویٰ۔ فکر و عمل میں تضاد	۱۴
۶	اسلامی علوم	سید احمد القادری ازہری	چند ناسخ اور منسوخ آیات قرآن (آخری قسط)	۱۷
۷	اصلاح معاشرہ	محمد ایوب مصباحی	شوہر کا صحیح مقام و مرتبہ اور ہمارا معاشرہ	۲۰
۸	شخصیات اسلام	محمد کلیم اشرف	مولانا جلال الدین رومی۔ ایک ہمہ جہت شخصیت	۲۴
۹	نقوش رفتگاں	محمد شہادت حسین فیضی	حضرت غوث اعظم ہزار عابدوں سے افضل عالم دین	۲۷
۱۰	نقوش راہ	ڈاکٹر محب الحق قادری	محبوب الٰہی۔ ماں کے قدم سے مرشد کے مے خانہ تک	۳۰
۱۱	قادری فیضان	محمد عارف رضا اشفاقی	حضرت سید ابراہیم قادری ایرجی ثم دہلوی	۳۴
۱۲	یادِ رفتگاں	پروفیسر سید سراج اجملی	حضرت سید محمد اکمل اجملی الہ آبادی۔ تعارف و تذکرہ	۳۷
۱۳	پس منظر	محمد شمشاد حسین رضوی	لفظ ''حضرت'' کا معنی و مفہوم اور اُس کا نشیب و فراز	۳۹
۱۴	منظر نامہ	محمد زاہد علی مرکزی	سیاست افرادی قوت اور طاقت کی زبان سمجھتی ہے	۴۵
۱۵	فکر امروز	محمد توفیق احسن برکاتی	فراغت کے بعد امام و ملازمت کی داستان	۴۸
۱۶	فکر فردا	خالد ایوب مصباحی شیرانی	پرانے ڈھانچوں میں کثیر مقاصد نئے کام	۵۰
۱۷	ہمارا بھارت	غلام مصطفےٰ نعیمی مصباحی	ہماری جمہوریت میں انصاف کے دوہرے پیمانے	۵۳
۱۸	بزم ادب	محمد نیر الحق	رضوان واسطی کا اسلوب نگارش۔ ایک جائزہ	۵۶
۱۹	بزم سخن	شعرائے کرام	نعت رسول، کلام خسرو، التجا نامہ، منقبت	۵۹
۲۰	رضوی نامہ	محمد احمد انصاری	فہرست کتب رضوی کتاب گھر دہلی	۶۴

اداریہ

تریپورہ سرکار کی پشت پناہی میں منصوبہ بند دہشت گردانہ تشدد

مقامی ہندو افراد کی مدد سے ہی مسلم دوکانوں اور مکانوں کی پہچان کی گئی اور نام لے کر سیدھے پیغمبر اسلام کو گالی دی گئی

محمد ظفر الدین برکاتی

دو سال پہلے تریپورہ کی بہت سی آبادیوں میں ''دی لاسٹ بیٹل آف سرائے گھاٹ'' نامی کتاب تقسیم کی گئی۔ The last Bettle of Sarai Ghat یہ کتاب شمالی مشرقی سرحدی بھارت میں بی جے پی کی سیاسی اُٹھان اور وترقی کی کہانی بیان کرتی ہے اور بی جے پی، آر ایس ایس کی ہندو پولرائزیشن کی انتخابی پالیسی کے مطابق ہندو سماج کے افراد کو ''ہندی، ہندو، ہندوستان'' کی فرقہ پرست نظریاتی لکیر پر جمع کرتی ہے۔ اِس کتاب پر رام مادھو نامی فرقہ پرست نظریہ ساز نے ہندوتوا وادی مقدمہ لکھا ہے اور ٹائٹل پر شری مودی جی کی تصویر چھپی ہوئی ہے جس میں وہ تریپورہ کی علاقائی ٹوپی پہنے ہوئے مقامی لباس میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

کتاب کے مطابق سرائے گھاٹی کی جنگ ۱۶۷۱ء میں برہاپترا ندی کے تٹ پر مغل حکمراں اور آسام گوہاٹی کے آسامی آہوم حکمراں کے درمیان ہوئی۔ اِس جنگ میں مغل حکومت کی جانب سے مقامی قبائلی حکمراں کچھواہا راجہ رام سنگھ قیادت کر رہے تھے اور آہوم حکمراں کی جانب سے لاچت بوڑ و پھوکن کی سپہ سالاری تھی۔ کتاب کو پڑھنے والوں کو یہ پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ تری پورہ، آسام، منی پور، میزورم، میگھالیہ، اروناچل پردیش، سکم اور ناگالینڈ کی شمال مشرقی (بنگلہ دیش سے لگی سرحدی) ریاستوں میں مسلم حکمراں مغلوں نے سرائے گھاٹی کی جنگ میں فتح حاصل کر کے اپنی سلطنت قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہاں کے راجاؤں اور فوجیوں نے ان کو شکست دے کر اُنھیں یہاں آنے کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا، وہی کام آج کے سرحدی ہندو سماج کے لوگوں کو بھی کرنا چاہیے کہ کارپوریشن، اسمبلی اور پارلیمانی الیکشن میں بی جے پی کو یک طرفہ دو ووٹ دے کر غیر بی جے پی امیدواروں کو ہرانے کی کوشش کریں تا کہ یہاں سے بنگلہ دیشی مسلمانوں کو نکالنے میں آسانی ہو۔ اِس فرقہ پرستی میں بی جے پی کامیاب ہونے لگی ہے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ اِن سرحدی ریاستوں میں اس کی انتخابی کامیابی شروع ہو چکی ہے۔

دوسری منصوبہ بندیوں کے ساتھ شمال مشرقی ریاستوں میں بی جے پی کی فتح یابی کا دروازہ کھولنے میں اِس کتاب نے بھی بڑی مدد کی ہے اور تریپورہ جہاں برسوں سے مارکسٹ کمیونسٹ پارٹی (سی پی ایم) کی حکومت تھی، وہاں آج بی جے پی کی سرکار ہے جس نے آنے والے بلدیاتی (میونسپل کارپوریشن) انتخاب کی تیاری کے لئے اکتوبر کے پہلے دن سے ہی اپنے افراد کو میدان میں اتار دیا ہے جنھوں نے ۱۵، اکتوبر سے ہی ریلی دنگا بھڑکا رکھا ہے۔ اس میں وِشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل کے کارکن شامل ہیں اور سب کے دماغ میں یہ زہر گھولا گیا ہے کہ بنگلہ دیش میں دُرگا پوجا کے دوران ہندوؤں پر ہوئے حملے کا ردعمل یہاں دِکھانا ہے اور یہاں کے بنگلہ دیشی مسلمانوں کو سبق سکھانا ہے۔

آج کل گودی میڈیا نے آنکھیں بند کر لی ہیں اور گاندھی جی کے تین بندروں کا کردار پیش کرنے لگا ہے کہ نہ سچائی کو دیکھیں گے، نہ دِکھائیں گے، نہ سچ بولیں گے اور نہ سنیں گے، اسی لئے تریپورہ کی پولیس کہہ رہی ہے کہ یہاں کوئی دنگا نہیں ہوا ہے، کوئی مدرسہ مسجد نہیں جلائی گئی ہے اور کہیں بھی کسی مسلمان کے دوکان مکان میں توڑ پھوڑ آگ زنی نہیں کی گئی ہے حالاں کہ اپنے جذبات پر قابو رکھ کر مقامی مسلم نوجوانوں نے ہر لمحے کا ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا کے ذریعہ دِکھایا ہے اور سب نے دیکھ بھی لیا ہے کہ ۱۲، اکتوبر کو تریپورہ کے پانی ساگر علاقے میں باآوازِ بلند اعلان کیا گیا کہ ۱۵، اکتوبر کو مہا ریلی نکلنے والی ہے جس میں سبھی ہندو بھائیوں کا آنا ضروری ہے اور ۱۵، اکتوبر کو پانی ساگر سے روابازار چمٹیلہ ہوتے ہوئے بھاری ریلی گزرنے لگی ہے، جس میں رانو دَاس نامی بی جے پی کارکن نعرہ لگا رہا ہے کہ ''جو ہندو نہیں آیا، وہ ہندو نہیں'' اور مسلمانوں کے ساتھ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا نام لے کر گالیاں دے رہا ہے جس کا سبھی ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ ریلی جیسے ہی کسی مسلم آبادی یا مسجد کے قریب سے گزرتی ہے تو مقامی ہندو نشان دہی کرتے ہیں کہ یہ مسجد ہے، یہ مدرسہ ہے، یہ مسلم کی دوکان اور یہ مکان ہے۔ ریلی کے دوران مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کے خلاف نازیبا الفاظ کے استعمال سے مسلمانوں کا غصہ نہیں پھوٹتا ہے تو چار پانچ دنوں کے

بعد نشان لگے مکانوں، دوکانوں اور مساجد میں یہی ہندو آتنک وادی توڑ پھوڑ شروع کرتے ہیں اور مسجدوں میں آگ لگا دیتے ہیں۔

۲۰، اکتوبر سے ۲۶، اکتوبر تک ریلی میں شامل ہتھیار بند بجرنگی دنگائیوں نے ۵ مسجدوں میں بھیانک آگ لگائی ہے اور مختلف علاقوں اور بازاروں میں سو کے قریب مسلمانوں کی دوکانوں اور مکانوں کو توڑا ہے اور جلایا ہے۔ ہر جگہ موقع پر پولیس موجود نظر آرہی ہے جس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ دنگا بھڑکانے کے لئے ہی منصوبہ بند ریلی نکالی گئی ہے جس میں جے سی بی مشین بھی ساتھ میں چل رہی ہے اور مسجدوں پر حملہ کررہی ہے۔ دنیا کی یہ پہلی عوامی ریلی ہوگی جس میں جے سی بی مشین کی ضرورت پڑی ہے حالاں کہ بھارت سرکار کی طرف سے بہت سی سرکاری حد بندیوں کے باوجود کسانوں نے بھی کبھی جے سی بی مشین کو استعمال نہیں کیا ہے اور بھارت سرکار خاموش ہے۔

اِس منظم اور طے شدہ فساد کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک بہت سے منصوبہ بند فسادات ہوئے لیکن کبھی بھی ہمارے قرآن اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی نہیں کی گئی لیکن تریپورہ میں جس طرح سے ہمارے نبی محترم کا نام لے کر گستاخی کرنے کی جسارت کی گئی ہے وہ ہم سے منصوبہ بند قربانی مانگ رہی ہے۔

۲۶، اکتوبر کے بعد دہلی سے سپریم کورٹ کے پانچ وکیلوں کی ایک جماعت آنکھوں دیکھی صورت حال کو قلم بند کرنے کے لئے پہنچی ہے تو تری پورہ کی راجدھانی اگرتلہ میں اُن پر بھی دنگائی حملہ کرنے پہنچ جاتے ہیں اور سپریم کورٹ کے وکیل ہونے کا شناختی کارڈ دِکھانے کے بعد دھمکیاں دے کر چھوڑ جاتے ہیں۔ اِس ٹیم نے اپنے الگ الگ ویڈیو کو جب سوشل میڈیا پر ڈالا ہے اور جب دہلی پریس کلب آف انڈیا میں آزاد میڈیا کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی ہے تب تریپورہ کے ہائی کورٹ نے تریپورہ کی پولیس سے سچائی کو لکھ کر جمع کرنے کی ہدایت دی ہے۔ ورنہ آج بھی تریپورہ پولیس دنگا ہونے سے انکار کررہی ہے۔

سچائی یہ ہے کہ گجرات کی طرح تریپورہ کی ریاستی سرکار کی پشت پناہی میں دہشت گردانہ تشدد کے ذریعہ تریپورہ کو بھی آگ میں جھونکنے کی پوری تیاری کرلی گئی تھی اور بی جے پی کے باہری آتنک وادیوں کی رہنمائی میں مقامی تشدد پسندوں کو میدان میں اتار دیا گیا تھا لیکن تریپورہ کے مسلمانوں نے حد سے زیادہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہے اور کسی بھی طرح سے کہیں بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا جس کی وجہ سے دہشت گرد کامیاب نہیں ہوسکے اور پولیس بھی اپنی خاموش حمایت اور پشت پناہی کے باوجود دنگائیوں کو بھرپور چھوٹ دینے میں ناکام رہی ہے بلکہ کئی ویڈیو دیکھے گئے ہیں جن میں پولیس بھی دنگائیوں کی مدد کررہی ہے اور بڑھ چڑھ کر نعرے لگا رہی ہے لیکن ہندو آتنک وادیوں اور ہندوتوا وادی دنگائیوں کے یک طرفہ تشدد کے باوجود مسلمانوں کی طرف سے مسلسل صبر وتحمل کو دیکھ کر پولیس نے اندھا دھند لاٹھی چارج اور آنکھ بند کرکے مسلمانوں پر گولی چلانے سے اپنے آپ کو روکے رکھنے میں عافیت سمجھا ہے۔ اگر مسلمانوں نے ردعمل کا مظاہرہ کیا ہوتا تو دنگائیوں سے زیادہ ریاستی پولیس کی سرکاری دہشت گردی کے شکار ہوتے اور بڑی تعداد میں مسلمان مارے جاتے لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب تک کسی مسلمان کے مرنے، کسی مسلمان کے اپنی آبادی کو چھوڑ کر جانے اور کسی مسلمان پر ایف آئی آر درج کرنے کی اب تک کوئی خبر نہیں، البتہ پولیس نے مقامی مسلمانوں اور امن پسند ہندوؤں کی طرف سے دنگائیوں کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کی درخواست کو ضرور قبول کیا ہے لیکن اب تک دنگائیوں کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کیا ہے اور کوئی بھی کارروائی نہیں کی ہے جس سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ واقعی سرکار کی پشت پناہی میں پولیس کو بھروسے میں لینے کے بعد ہی کیا گیا ہے۔

اب ہمارے لئے فوری طور پر کرنے کا کام یہ ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گالیاں دینے والوں کے خلاف ایف آئی آر درج کرائیں اور جب کرونا کی وجہ سے کسی بھی طرح کے مذہبی جلوس کو نکالنے کی اجازت نہیں تو پھر اتنی بڑی ریلی کو نکالنے اور ہتھیاروں سے لیس افراد کو ہزاروں کی تعداد میں آبادیوں سے گزرنے کی اجازت کیسے دی گئی؟ اِس کی شکایت درج کرکے قانونی چارہ جوئی کی جائے اور سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اجاڑ دی گئی اور جلا دی گئی مسجدوں کی جگہ پر بڑی بڑی عالیشان مسجدیں بنائیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ فسادات کے بعد بھارت کے مسلمان اپنے لٹے پٹے، اجاڑ دِیے گئے اور بے گھر بے روزگار کر دِیے گئے مسلمان بھائیوں کی خوب مدد کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا ہے کہ منصوبہ بندی کے بغیر نقد روپے اور بنیادی ضرورتوں کے سامان ضرورت سے زیادہ ہی دے ڈالتے ہیں۔ اس لئے ہم کو چاہیے کہ بے گھر بے روزگار کر دیے گئے مسلمانوں کا پہلے گھر بنا کر دیں، پہلے روزگار کھڑا کر دیں، دوکان اور

مکان کو پہلے سے بہتر بنانے کی منصوبہ بندی کریں اور جو مسجدیں اور مدرسے نذرِ آتش کر دِیے گئے ہیں اُن کو پہلے سے زیادہ بڑے رقبے میں اتنی عالیشان بنادیں کہ دنگائیوں کے سینے پر سانپ لوٹتا رہے کہ جسے برباد کیا گیا، اب وہ پہلے سے بہتر آباد ہوگیا ہے اور ہم جہاں تھے وہیں رہ گئے اور مجرم بھی قرار دِیے گئے۔ تب شاید اُن کی سوچ بدلے کہ نیتاؤں کے جھانسے میں آکر بھارت کے لوگوں کا گھر کاروبار کو برباد کرنے میں اپنی ہی بربادی ہے اور باقی بھی سبق حاصل کریں۔

بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ تحریک فروغ اسلام کا چار رکنی وفد ۲ نومبر کی صبح صبح تریپورہ پہنچ گیا ہے۔ تحریک کے سکریٹری محمد آصف رضا برکاتی نے بتایا کہ اودے پور ضلع ٹاؤن میں مولانا نذر الاسلام کے قریبی رشتہ دار نے کہا کہ الحمدللہ ہمارے شہر میں کوئی ناخوشگوار معاملہ پیش نہیں آیا مگر ریلی یہاں بھی نکالی گئی۔ یہاں سے ۱۵ کلومیٹر کی دوری پر ایک جگہ درگاہ بازار کے قریب میں ایک گاؤں کی مسجد جلائی گئی ہے۔ وہ مسجد گاؤں کے ایک مالدار شخص کے احاطے میں قائم تھی جس کی تعمیر مکمل ٹین کے پترے پر تھی جسے نامعلوم افراد نے غالبا پیٹرول ڈال کر آگ لگایا تھا۔ رات کے ۱ بجے سے ۲ بجے کے درمیان آگ کے شعلے جب بلند ہوئے تو لوگ اپنے گھروں سے باہر آئے اور آگ بجھانے کی کوشش کی۔ جن کے احاطے میں مسجد تھی، انہوں نے بتایا کہ رات میں ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ کس نے آگ لگائی اور کب لگائی۔ اپنا نام رحمت علی بتایا اور اپنے بڑے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس کا نام راکیش میاں ہے۔ رحمت علی صاحب نے ایک کام یہ اچھا کیا تھا کہ تھانہ ککرابان میں ایف، آئی، آر حادثے کے دوسرے دن ہی درج کروائی تھی۔ بعد نماز ظہر ککرابان پولیس اسٹیشن پہنچے اور وہاں کے آفیسر انچارج سے اس کیس کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کی انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ ہم اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ اِس کیس کو تب تک ہم کلوز نہیں کریں گے جب تک کسی منطقی نتیجہ تک نہیں پہنچا دیتے لیکن پولیس آفیسر نے غلط بیانی اور جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ وِشو ہندو پریشد، بجرنگ دل سنگھٹن کے لوگ یہاں نہیں ہیں۔

یہ کیس تریپورہ کا سب سے پہلا کیس ۲۰، اکتوبر کی رات کا ہے۔ باقی جگہوں پر جو حادثات ہوئے وہ ۲۱، اکتوبر کے بعد ہوئے۔ اگرتلا قیام گاہ پر واپسی کے وقت راستے پر مغرب ادا کرنے کیلئے ایک مسجد دِکھی، گاڑی روک کر ہم لوگ اترے ہی تھے کہ چند نوجوان بائکوں سے کفریہ نعرے لگاتے ہوئے مسجد کے سامنے سے گزرے جب کہ مسجد کے باہر ہی پیراملٹری اور پولیس کے جوان تعینات تھے۔ اس مسجد کا نام نوشر مسجد تھا۔ ایک بوڑھا شخص مسجد میں تنہا تلاوت کر رہا تھا۔ مولانا قمر غنی عثمانی صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیا اِس مسجد میں بھی کچھ ہوا تھا؟ اُس بوڑھے نے بتایا کہ ہاں یہاں بھی صحن میں گھس کر اندرونی حصے میں آگ لگایا تھا جس سے چٹائیاں وغیرہ جل گئیں تھیں۔ پولیس والوں نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہاں ایسا ہوگا، اس لئے مجھے مسجد کے ارکان اپنے گھر لے گئے۔

تحریک فروغ اسلام کی رپورٹ کے مطابق پانچ ضلعوں میں یہ فساد بھڑکایا گیا، اونی کوٹی، اگرتلا ویسٹ، سپاہ جالہ، دھام نگر، پانی ساگر اور گومتی۔ اندازے کے مطابق تین سو کلومیٹر کے دائرے میں پھیل گیا لیکن سب سے زیادہ روا بازار، پانی ساگر کا علاقہ متاثر ہوا۔

دوسری بڑی خبر، ہمارے لئے یہ ہے کہ رضا اکیڈمی نے جمہوری اور قانونی چارہ جوئی شروع کر دی ہے اور صدر جمہوریہ کو میمورنڈم دیا ہے جس میں کہا ہے کہ ''تری پورہ حکومت برخاست کر کے صدر راج نافذ کیا جائے'' اور پوچھا ہے کہ ''پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف اب تک کوئی کاروائی کیوں نہیں کی گئی؟'' حضرت معین میاں نے کہا کہ اخبارات اور سوشل میڈیا کے ذریعے بری خبریں پڑھنے میں آرہی ہیں۔ اس سے یہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، آر آر ایس کے لوگ ملک کے تانے بانے اور امن وامان کو خاک میں ملانے کے درپے ہیں۔ بی جے پی ہمیشہ الیکشن جیتنے کے لئے ملک میں نفرت کا ماحول پیدا کرتی رہی ہے ہم اس کے اس کے ناپاک منصوبوں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں لیکن جب تک امن پسند لوگ ملک میں موجود رہیں گے تب تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ محمد سعید نوری نے کہا کہ تری پورہ میں اُن فسادیوں نے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخی کی ہے وہ ناقابل برداشت ہی نہیں بلکہ اس کیلئے ہم اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں ہم اپنے نبی کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ امن کے دشمن کھلے عام پیغمبر اسلام کی شان میں نازیبا کلمات ادا کر رہے ہیں پھر بھی حکومت ہند اُن کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے رہی۔ بہت جلد ہم اس سلسلے میں قانونی چارہ جوئی کریں گے اور ان تنظیموں پر کاروائی کروائیں گے جن کے نمائندے اس کام میں ملوث ہیں۔

انوارِ قرآن

نیند اللہ کی نعمت جس کی بے قدری ہو رہی ہے

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی★

اللہ رب العزت ساری کائنات کا پیدا فرمانے والا ہے۔ اپنی تمام مخلوق کو اُن کی ضرورتوں کے اعتبار سے نعمتیں عطا فرمائی ہیں:

وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۔ (سورہ ابراہیم:۱۴ آیت ۳۴)

اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرمادی جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کرسکو گے، بیشک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ناشکر گزار ہے۔

اللہ کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں میں ”نیند“ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، یقیناً نیند اللہ کے فضل ورحمت کی کھلی نشانیوں میں ہے۔ صحت مند زندگی گزارنے کے لئے اچھی خوراک کے ساتھ مناسب مقدار میں نیند بھی ضروری ہے۔ نیند پوری ہونے سے انسان تازہ دم ہوجاتا ہے، اگر نیند پوری نہیں ہوتی تو دماغ صحیح کام نہیں کرتا نہ ہی جسم۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۔ ہم نے تمہاری نیند کو (جسمانی) راحت (کا سبب) بنایا (ہے)۔ انسان کو جب نعمتیں ملتی ہیں تو اس کی بے قدری کرنے لگتا ہے، جیسے آج کل دیر سے سونا اور صبح دیر سے اُٹھنا عام بات ہوگئی ہے۔ انسان کو کھانے پینے کے ساتھ بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، اپنی ضروری چیزوں میں نیند بھی بہت ضروری ہے۔

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیند کی اہمیت کو بتایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پوشاک (کی طرح ڈھانک لینے والا) بنایا اور نیند کو (تمہارے لئے) آرام (کا باعث) بنایا اور دن کو (کام کاج کے لئے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

اس آیت کریمہ میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اِظہار ہے۔ آج نیند کی اہمیت کا ذرا بھی احساس نہیں، ہم بے دردی سے اس کی بے قدری کررہے ہیں، نیند اللہ کے فضل ورحمت ونعمت میں سے ہے جو اُس نے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا جو نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے۔ نیند انسان کی دن بھر کی تھکن اور ذہنی پریشانی، رنجیدگی کو راحت میں بدل دیتی ہے، اللہ اللہ اِس راحت بھرے احساس کو کون نہیں جانتا؟ کون نہیں چاہتا۔ ایک مسافر نیند کے باعث سفر کی تھکاوٹ سے سکون پاتا ہے اور مریض کو سونے سے چین ملتا ہے۔

دن لہو میں کھونا تجھے:

آج نوجوان نسل کے ساتھ بچے، بوڑھے بھی رات دیر سے سونے کے عادی ہوگئے ہیں، دیر رات تک گھروں میں موبائل، ٹی وی میں لگے رہتے ہیں۔ نوجوان نسل کلبوں، محلہ کی چنڈال چوکڑی کی بیٹھک میں موج ومستی میں مگن رہتی ہے اور جو رات سونے کے لئے رب تعالیٰ نے عظیم نعمت کے طور پر عطا کی ہے اُس کی قدر نہیں۔ نیند بھر سونے سے بندہ اپنی تھکان اور ذہنی پریشانیوں سے نجات پاتا ہے اور پھر دوبارہ چاک وچوبند ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث پاک میں جابجا اس کا ذکر موجود ہے۔ بدقسمتی سے آج کل ہمارے معاشرے میں رات جیسی قیمتی نعمت کی بے قدری عام بات ہے۔ رات دیر تک جاگنے اور پھر دوپہر تک سونے کا معمول عام ہوگیا ہے جو کہ بے شمار نقصانات کا باعث ہے، شرعی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے، اور زندگی کے ہر شعبے پر اس کا بُرا اثر ہورہا ہے۔ طبی لحاظ سے اس کے بہت نقصانات ہیں لمبی فہرست ہے۔ اگر آپ صحت مند زندگی گزارنے کی خواہش رکھتے ہیں تو رات کی قیمت کو ملحوظِ خاطر رکھیں، رات کو تمام کام سے جلد فارغ ہوجائیں، دینی مشاغل نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر جلد سوجائیے کہ رات کا آرام دن کے آرام کے مقابلے میں سیکڑوں گُنا بہتر اور صحت بخش ہے اور عینِ فطرت Nature بھی ہے۔

وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔

اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم

رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل (روزی) تلاش کر سکو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔ (سورہ القصص: ۲۸ آیت ۸۳)

وَمِن رَّحۡمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ۔

اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تا کہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت ومشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

دیر تک سونے کی نحوستیں: نظامِ قدرت کے خلاف کوئی عمل اور حکم خدا کی پامالی پر کوئی فلاح (سرفرازی، سُرخروئی بھلائی، بہتری) نہیں پا سکتا۔ دیر تک سونے کی نحوستیں اُسے گھیر لیتی ہیں۔ چہرے کا نور ختم ہوجاتا ہے، رزق میں کمی واقع ہوجاتی ہے، برکتیں چھین لی جاتی ہیں پھر مولانا صاحب، امام صاحب مسجدوں میں دعاؤں کی درخواست کی پرچیاں، تعویذ گنڈے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو عمل خود کرنا ہے وہ کرتے نہیں اُس کی بھرپائی کے لئے دوسری جانب دوڑتے ہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دیر تک سونے کی نحوست یہ بھی ہے کہ سونے والے کو نیند سے جو راحت وسکون ملتا ہے وہ اُسے نصیب نہیں ہوتا۔ پورے دن سستی، نیند کا خمار، کاہلی کا خمار اُس پر چڑھا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے ہر کام متاثر ہوتا ہے خواہ اُسے سفر پر جانا ہو، اسکول جانا ہو یا آفس جانا ہو سب کام متاثر ہوتا ہے اور جو اس کا عادی ہوجائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کاہلی سستی والا شخص زندگی کے میدان میں کتنا کامیاب ہوگا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: يُسَبِّحُونَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ۔ ترجمہ: وہ رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں اور معمولی سی بھی سستی نہیں کرتے۔ (سورہ، الانبیاء: ۲۱ آیت ۲۰)

یعنی فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے۔ (تفسیر خازن: ص، ۲۷۳/ج: ۳) انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق اس کے بنائے ہوئے نظام پر چل رہے ہیں۔ ایک انسان ہی ہے، جو اُس کی نافرمانی اور نظام قدرت کے خلاف چلتا ہے اور ڈِھٹائی بھی کرتا ہے۔ استغفر اللہ

محنت سے بھاگنا: کاہلی اور آرام پسندی مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہے، اس کی بہت سی صورتیں ہیں کیا کیا لکھی جائیں۔ کاہلی انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کاہل انسان وقت کی قدر و قیمت نہیں سمجھتا، وقت کو برباد کرتا ہے، اب کرلیں گے تب کرلیں گے۔ کاہل شخص دل ودماغ کا کمزور ہوتا ہے، کم ہمت ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کوئی کام وقت پر نہیں کرتا، جو کام وقت پر نہیں ہوگا اُس کام میں ضرور کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ دنیا میں سب سے قیمتی چیز وقت ہے اور جس نے وقت کی قدر نہیں کی اس نے اپنی زندگی کی قدر نہیں کی۔ مشہور قول ہے کہ "گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا" لیکن یہ بات کاہل انسان کو سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمیں چاہیے کہ دیر تک سو کر اپنے قیمتی وقت کو برباد نہ کریں، کسی نہ کسی بات کی فکر اور کام کی کوشش میں رہنا ضروری ہے۔ اپنی قوم کی بہتری کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔

ٹلنا تھا میرے پاس سے اے کاہلی
کمبخت تو، تو آ کے یہیں ڈھیر ہوگئی

اللہ ہمیں نیند کی قدر و قیمت سمجھنے، دیر تک سونے کے نقصانات کو سمجھ کر اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆امام وخطیب مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر،
کپالی، پوسٹ: پارڈیہہ، مانگو، جمشید پور (جھارکھنڈ)
09386379632,hhmhashim786@gmail.com

سالانہ فاتحہ برائے ایصال ثواب

۱۰، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو بروز اتوار بعد نماز عصر، حافظ محمد قمر الدین رضوی صاحب کے رہائشی مکان ذاکر نگر اوکھلا میں قرآن خوانی ہوئی۔ مغرب کے بعد نعت خوانی ہوئی۔ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی اور مولانا حافظ جنید عالم قادری ناظم اعلیٰ مدرسہ نظامیہ درگاہ حضرت نظام الدین کا خطاب ہوا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی اور ایصال ثواب کیا گیا۔ مقامی مدارس کے اساتذہ شریک تھے۔

محمد امام الدین انصاری صالح پوری

انوارِ حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام رسالت

محمد علی قاضی مصباحی★

اسلام میں عقائد ہوں کہ احکام، عبادات ہوں کہ معاملات، رسومات ہوں کہ معمولات ہر جگہ ایک ہی نکتہ کارفرما نظر آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رسائی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی ممکن نہیں اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کے بنا فرمان خدا جل وعلیٰ پر عمل ناقص، نامکمل اور ناممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(الف) وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل ١٦ آیت ٤٤) اے رسول گرامی وقار! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار (قرآن) اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو اُن کی طرف اترا۔

(ب) ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الجمعہ ٦٢ آیت ٢)

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا کرتے ہیں بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات قرآنی بیانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موضح قرآن، معلم کتاب وحکمت اور مزکی قلوب و نفوس ہیں۔ اس لئے ان کی بارگاہ میں رسائی کے بغیر خود نفس قرآن، نفس اسلام اور نفس عبادت الٰہی تک پہنچنا محال و ناممکن ہے۔

آپ غور کریں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نہ بتلاتے تو کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے ایک مخصوص ہیئت مراد ہے۔ موذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک، نماز اور جماعت کی تفصیلات اور حج اور عمرہ کا بیان ہم کیسے جانتے؟ احرام کہاں اور کس دن باندھنا، وقوف عرفہ، طواف زیارت و وداع اور دیگر احکام حج اور اُن کی تفصیل وتعیین ہمیں قرآن میں کہیں نہیں ملتی اور قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے؟ زکوٰۃ کا لفظ تو قرآن میں مذکور ہے مگر عشر اور زکوٰۃ کی تفصیلات قرآن میں مذکور نہیں۔ الغرض قرآن کے بیان کردہ سبھی احکام کی تفصیل وتعیین ہمیں صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے۔ قرآن حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس تشریعی حیثیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبائث (الاعراف ٧ آیت ١٥٧) ستھری چیزیں ان کے لئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں ان پر حرام کریں گے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جن چیزوں کو حضور نے حلال کیا یا حرام کیا قرآن میں ان کا کہیں ذکر نہیں۔ ان کا ذکر تو فقط احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں ممکن ہے۔ حضور نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا، دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لئے اُن احکام کا علم صرف احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ممکن ہے۔ خود کلام الٰہی کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لئے ہم زبانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محتاج ہیں۔ مثلاً قرآن کی بعض آیات کا نزول کبھی کسی خاص واقعہ سے، کبھی کسی خاص سوال کے سبب سے، کبھی مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں ہوتا ہے اور کبھی کسی آیت کا نزول عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کرام کے کسی عمل پر تنبیہ یا اُس کی تائید میں ہوتا ہے اس لئے جب تک اس قسم کی تمام آیات کا پس منظر اور اسبابِ نزول کا علم نہ ہو اُن کا معنی سمجھ میں نہیں آتا۔

مذکورہ تفصیل کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے مگر زبانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر یہ قرآن ایک معمہ معلوم ہوتا ہے۔ آیئے سر دست ہم صرف احکامِ وضو کا جائزہ لیں۔ اسلام میں طہارت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اُسے الطھور شطر الایمان (طہارت ایمان کا نصف) کہا گیا ہے۔ وضو طہارت کا ایک اہم جز ہے، جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ وضو کرنا نماز، سجدۂ تلاوت اور قرآن چھونے کے لئے فرض ہے اور طواف کعبہ کے لئے واجب۔ (قانون شریعت)

وضو کی فرضیت درج ذیل آیت کریمہ سے ثابت ہے:

یٰاَیھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا

وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین (المائدہ ۵ آیت ۶)

اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرلوتو اپنے چہروں کو دھل لو، اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھل لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں کو دھل لو۔ مذکورہ فرمان خدا کی روشنی میں وضو کیا ہے؟ چہرہ دھلنا، ہاتھ دھلنا، سر کا مسح کرنا اور پاؤں کا دھلنا ہے۔ حالانکہ ہمارا وضو صرف اِن چار باتوں پر منحصر نہیں۔ آپ دنیا کی کسی بھی اسلامی یونیورسٹی، کسی بھی دارالعلوم، یا کسی بھی دارالافتاء سے پوچھ لیں کہ وضو کیا ہے؟ تو وہ آپ کو یہی بتائیں گے کہ وضو اِن چار فرائض کے علاوہ بے شمار مستحبات وسنن کا مجموعہ ہے مثلاً چہرہ جس کا دھلنا فرض ہے اس سے پہلے وضو کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تین بار گٹوں تک ہاتھ دھل لے، تین بار کلی کرلے اور تین بار ناک میں پانی چڑھالے۔ اگر کوئی ان سنتوں کو ترک کر کے براہ راست اپنا چہرہ دھل لینا چاہے تو فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا وضو ناقص و نامکمل ہے۔ معلوم ہوا کہ وضو جو فرض ہے اپنی تکمیل کے لئے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سنتوں پر موقوف ہے۔ وضو کے چار فرائض پر عمل یعنی چہرہ اور ہاتھ دھلنے، مسح کرنے اور پاؤں دھلنے سے پہلے تین بار گٹوں تک ہاتھ دھلنا، تین بار کلی کرنا اور تین بار ناک میں پانی چڑھانا سنت ہے۔

سر دست ذرا ہم ان تینوں سنتوں کی حکمت پر بھی غور کرتے چلیں۔ فقہ اسلامی کا قاعدہ ہے کہ دنیا کے ہر پاک پانی سے وضو اور غسل کیا جاسکتا ہے مگر تین پانی ایسے ہیں کہ ان سے وضو و غسل کرنا ممنوع ہے (۱) جس پانی کا رنگ بدل گیا (۲) جس پانی کا مزہ بدل گیا (۳) اور جس پانی میں بو پیدا ہوگئی، فقہاء فرماتے ہیں:

فان الماء طھور لا ینجسه شئی مالم یتغیر احد اوصافه۔ (لون، ریح) اب ذرا آپ غور کریں کہ سنت اور فرض کا تال میل کتنا لطیف و عجیب ہے اور یہ بھی کہ سنت کے بغیر فرض پر عمل کس قدر ہلاکت خیز ہے۔ اب اگر کوئی سنتوں کو ترک کر کے چہرہ ڈائرکٹ دھل لے یہ سوچ کر کے کہ فرض تو فرض ہے ہمیں فرض کے بعد (معاذ اللہ) کسی سنت کی چنداں ضرورت نہیں تو وہ یہ نہیں جان پائے گا کہ جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے پاک بھی ہے یا نہیں؟ مگر اُن سنتوں پر عمل کرے گا تو وہ پانی کی طہارت کے یقین کے ساتھ وضو کر رہا ہے اور دوسری بات کہ ان سنتوں کے ذریعہ وہ طہارت تامہ و کاملہ حاصل کر رہا ہے۔

وضو کرنے والا، چہرہ دھلنے سے پہلے جب تین بار اپنے ہاتھوں میں پانی لیا تو اُسے پانی کا رنگ معلوم ہوا، جب وہ کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی لیا تو اُسے پانی کا ذائقہ معلوم ہوا، جب وہ ناک میں پانی لیتا ہے تو اُسے فوراً پانی کے بو کا علم ہوا۔ ہم یہ مسئلہ بتا چکے کہ پانی کے مذکورہ تینوں اوصاف میں سے ایک وصف کے بھی پائے جانے سے وضو نہ ہوگا۔ پتہ چلا کہ فرائض اپنی تکمیل کے لئے سنن رسول اعظم ﷺ پر عمل کے متقاضی ہیں۔ متذکرہ بالا ساری گفتگو کا ماحصل دراصل فرمان خداوندی **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (النساء ۴ آیت ۷۹) کہ جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی ہے، کا ترجمہ و معنی اور تفسیر و ترجمانی ہے۔ اہل عشق و معرفت شعرائے اسلام نے اسی مفہوم کی عکاسی یوں کی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ او ست
اگر باو نہ رسیدی تمام بو لہبی است
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

آج طلاق یا طلاق ثلٰثہ کے معاملے میں عدالتیں بار بار صرف قرآن کا نام لے رہی ہیں جب کہ اکثر وہ احادیث رسول ﷺ کا ذکر نہیں کرتیں۔ ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے قرآن کریم سے ماخوذ و مستنبط احکام ہی کو شریعت سمجھا ہے حالانکہ شریعت کی اساس اول قرآن ہے تو اساسِ ثانی حدیث رسول ﷺ۔ بنیادی طور پر اُن دونوں کے مجموعے کا نام شریعت ہے۔ قرآن و حدیث ہی اجماع امت، فقہ اسلامی اور قانون اسلام کی بنیاد ہیں۔ اس لئے امت کے علماء اور شریعت کے ماہرین پر لازم ہے کہ وہ عدالتوں میں بیٹھے دنیاوی قانون کے ماہرین پر یہ خوب خوب، صاف صاف اور بار بار واضح کرتے رہیں کہ شریعت نام ہے بنیادی طور پر قانون اسلامی کے دو سر چشموں کا یعنی احکام قرآن حکیم اور احکام احادیث نبی کریم ﷺ۔

☆☆☆

☆ جنرل سکریٹری جماعت اہلسنت کرناٹک، بنگلور 9448063144

شرعی احکام

صدر العلماء کے علمی افادات

شمیم اختر مصباحی★

استاذ الاساتذہ صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ (سرپرست اعلیٰ مرکزی دار القراءت، جمشید پور) ۲۹ دسمبر ۲۰۲۰ء منگل کو مرکزی دار القراءت میں تشریف لائے، تقریباً ایک ہفتہ حضرت کا قیام رہا۔ اس دوران حضرت کی بارگاہ میں متعدد بار حاضری کا شرف حاصل ہوا، مختلف امور پر حضرت کے ارشادات وافادات سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چند افادات اپنی یادداشت پر افادۂ عام کی غرض سے پیش ہیں:

(۱) میں نے عرض کیا کہ حضور! فتاوی رضویہ میں حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ و الرضوان کا ارشاد: للإنس مشائخ وللجن مشائخ وللملائكة مشائخ وأنا شيخ الكل، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے، اس کی وضاحت فرمادیں۔

حضرت نے فرمایا: عامہ ملائکہ پر عامہ بشر یعنی اولیا وصالحین کو فضیلت حاصل ہے۔ اِس طرح حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کا عامہ ملائکہ سے افضل ہونا محل نظر نہیں۔ اِس پر مولانا جمال صاحب نے عرض کیا: فتاوی رضویہ میں اعلیٰ حضرت کی تشریح وترجمہ کے مطابق ''مرشد'' کے معنی متعین ہو رہے ہیں پھر أنا شيخ الكل کا کیا مفہوم ہوا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: ہاں! حضرت غوث پاک کی مجلس وعظ میں ملائکہ بھی تشریف لاتے تھے، وہ انس وجن اور ملائکہ سب کے مرشد اور شیخ تھے اور اِس معنی کی طرف کئی احادیث میں اشارہ ہے کہ مجلس ذکر میں فرشتوں کی تشریف آوری ہوتی ہے۔

(۲) روپیہ اور ثواب جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک موقع سے مولانا جمال صاحب نے ایصال ثواب سے متعلق سوال کیا کہ کسی نے ایک پارہ تلاوت کی اور سولوگوں کو بخشا، کیا سولوگوں کے ساتھ ساتھ قاری کو بھی برابر ثواب ملے گا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم کے تعلق سے یہ منصوص ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو سب کو برابر ملے گا، البتہ مالی صدقات میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ نصرة الأصحاب بأقسام إيصال الثواب کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے رسالہ دیکھا تو اُس میں ملک العلماء علیہ الرحمہ نے ''اکیسواں طریقہ: قرآن شریف پڑھ کر بخشنا'' کے تحت متعدد احادیث کریمہ نقل کی ہیں۔ دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

حدیث (۱) دار قطنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل هو الله احد پڑھ کر اُس کا ثواب مردوں کو بخشے، اس کو اُن مردوں کی بدولت اُن مردوں کے برابر ثواب ملے۔ (ص:۱۴۸)

حدیث (۲) عبد العزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان جائے اور سورہ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ ان مردوں سے مواخذہ ہلکا فرمائے، جس قدر مردے اس قبرستان میں ہیں، ان کی تعداد کے برابر اُس شخص کو نیکیاں ملیں گی۔ (ص:۱۵۰)

پھر مدارس میں رائج قرآن خوانی کا تذکرہ ہوا تو حضرت نے ارشاد فرمایا: جب اجرت لے لی تو پھر کیا لینا۔ مسکراتے ہوئے فرمایا ''ثواب اور روپیہ جمع نہیں ہو سکتے''

ایک مجلس میں حضرت نے دعا میں رائج ایک غلطی کی طرف اشارہ کیا، فرمایا: ایک صاحب دعا کرتے تھے ''اے اللہ! اس کا ثواب میں نے فلاں فلاں کو پہنچایا، قبول فرما'' حضرت نے فرمایا: پہلی چیز ہے رب کی بارگاہ میں قبول ہونا، اُس کے بغیر ہمارے کسی عمل کا کوئی شمار نہیں، پھر وفات یافتہ حضرات تک ثواب پہنچانا، یہ بھی ہمارے بس میں نہیں، رب ہی پہنچانے والا ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ اے اللہ! ہمارے عمل خیر کو قبول فرما اور اپنی شان کریمی کے مطابق اس پر اجر وثواب عطا فرما، پھر وہ ثواب اپنی طرف سے فلاں فلاں کو عطا فرما۔ ایک صاحب نے سوال کیا: اجارہ علی الطاعۃ کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے تو مدارس دینیہ کی تدریس کا ثواب نہیں ملے گا جبکہ اساتذہ اتنی محنت سے پڑھاتے ہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: جواز الگ ہے، ثواب الگ چیز ہے۔

ثواب چاہتے ہیں تو اجارہ وقت کا کریں اور حسن نیت رکھیں۔

اِس مجلس میں مفتی شاہد رضا مصباحی، مفتی امام الدین مصباحی، مولانا انتخاب عالم مصباحی، مولانا جمال احمد مصباحی، مولانا امین الدین مصباحی اور راقم الحروف موجود تھے۔

(۳) حضور ﷺ کی ضمیر غائب میں ''آپ'' کی بجائے صفاتی نام لکھنا چاہیے۔ میں نے کتاب **الاربعین فی مناقب أمهات المومنین** کا اردو ترجمہ حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا، حضرت نے سرسری نگاہ ڈال کر فرمایا ''کتاب کو آپ نے آپ آپ سے بھر دیا ہے'' میں نے حضور اقدس ﷺ کے لئے ضمیر غائب کا ترجمہ عام طور پر ''آپ'' سے کیا تھا۔ مثلاً قال کا ترجمہ'' آپ ﷺ نے فرمایا'' حضرت نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ غیروں کی ایجاد ہے، سو سال پہلے کی ہماری کتابوں میں یہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تحریروں میں آپ کو صفاتی نام مثلاً حضور ﷺ، رسول اللہ ﷺ یا سرکار اقدس ﷺ (وغیرہ) ہی ملیں گے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے قبل کے اردو اساتذہ کو بھی دیکھیے، ان کے یہاں بھی ''غائب معظم کے لئے'' آپ'' کہیں نہیں ملے گا، آپ کی وضع مخاطب معظم کے لئے ہے۔

(۴) مدیر ایسا ہونا چاہیے جو ماہنامہ کا پیٹ بھر دے۔ ایک نشست میں مفتی شاہد رضا مصباحی نے علم حدیث پر مشتمل رسالے کا خاکہ اور کالم، حضرت کو دِکھایا، حضرت نے پسند فرمایا۔ فرمایا کہ دس گیارہ افراد کی ٹیم ہو جو مستقل لکھے۔ اُسی دوران مولانا طارق انور مصباحی نے ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کے ''فلاح ونجات نمبر'' کی فہرست مضامین، حضرت کی خدمت میں پیش کی جسے حضرت نے ملاحظہ کیا۔ اسی مجلس میں مولانا انتخاب عالم مصباحی نے خوش طبعی کے طور پر کہا کہ ''اِس میں زیادہ تر مضامین تو آپ ہی کے ہوتے ہیں'' یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ ''مدیر ایسا ہی ہونا چاہیے جو ماہنامہ کا پیٹ بھر دے'' پھر حضرت نے فرمایا کہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے جام نور میں مختلف '' کالم'' بنا لیے تھے اور خود ہی اس کے اکثر کالم بھر دیتے تھے۔

نوٹ: میں نے افادات جمع کرنے کے بعد اپنے رفیق درس مولانا شمشیر عالم مصباحی کے ذریعہ حضرت کو دِکھایا، حضرت نے چند مقامات پر حذف واضافہ بھی کیا۔

☆☆☆

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۴۴۲ھ۔ مرکزی دار قرأت جمشید پور، جھارکھنڈ

اوکھلا وِہار جامعہ نگر میں یوم شہادت امام حسن اور عرس مجدد دین منایا گیا

برصغیر بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال میں بطورِ خاص اور پوری دنیا میں جہاں مسلمان موجود ہیں وہاں دونوں مجدد دین امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے علمی دینی تجدیدی کارنامے سے پڑھے لکھے لوگ خوب واقف ہیں اور برصغیر میں تو آپ حضرات کی دینی علمی اور تجدیدی خدمات سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور قیامت تک استفادہ کرتے رہیں گے۔ دونوں مجدد دین کا زمانہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑا جدا گانہ اور صبر آزما رہا ہے لیکن یہ دونوں علمائے دین، عزیمت واستقامت کے ایسی مثال تھے جن کی تجدیدی کرامتوں کا جواب نہیں۔

تنظیم اہل سنت اوکھلا وِہار کے زیر اہتمام ۶، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو بروز پیر کہکشاں مسجد کے قریب اوکھلا وِہار جامعہ نگر میں منعقد سالانہ یوم شہادت امام حسن اور عرس مجدد دین کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے اپنے افتتاحی خطاب میں یہ باتیں کہیں۔ مسجد خلیل اللہ کے امام وخطیب مولانا یعقوب علی خان قادری نے صدارتی خطاب میں کہا کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ ابن حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے حصے کی خلافت کو حضرت امیر معاویہ کے حوالے کر کے جہاں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان ہونے والی خونیں جنگ کا راستہ بند کر دیا وہیں آپ نے سخاوت کی اعلیٰ مثال پیش کر دی جس کی نظیر قیامت تلک نہیں ملنے والی۔ قادری مسجد دار القلم دہلی کے امام وخطیب مولانا فیضان احمد نعیمی نے کہا کہ اکبر کے دین الٰہی کی مخالفت اور تردید، حضرت امام ربانی نے صرف اس لئے کی کیوں کہ اس کے بہت سے دفعات وترجیحات دین اسلام کے اصول توحید اور پیغمبرانہ اصول ''میثاق وحدت'' کے بھی خلاف تھے جس کی بنیاد ''تمہارا لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین'' ہے، اس لئے اِس طرح کی ہر جدید تحریک کو مسترد کرنا دونوں مجدد دین کو ماننے والوں کا اسلامی فریضہ ہے۔ حافظ علی حسن ابراہیمی نے قرآن پاک کی تلاوت کی، حافظ محبوب ظفر نظامی نے نعت ومنقبت پڑھی اور محفل کے منتظم صوفی ابوبکر صدیق اسماعیلی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور بزرگوں کی یادگار تبرکات کی زیارت کرائی۔ ہم نے کنز الایمان فاؤنڈیشن بریلی شریف کی طرف سے اردو ہندی انگریزی زبان میں انوار شریعت اور نقشبندی بزرگوں کی حیات وتعلیمات کی کتاب سبھی حاضرین کو پیش کی۔

مسجد غوثیہ جسولہ کے نائب امام مولانا غفران خان اور حافظ غفران ابراہیمی وغیرہ بطورِ خاص شریک محفل تھے۔ سید تبریز احمد مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس

عقیدہ ونظریہ

عید میلاد النبی پر امارت شرعیہ کا فتوی: فکر وعمل کا تضاد

ڈاکٹر محمد امجد رضا قادری★

کسی مہربان نے مجھے امارت شرعیہ بہار اڑیسہ جھارکھنڈ کے ترجمان نقیب کا تازہ شمارہ (۴؍ربیع الاول ۱۴۴۳ھ؍۱۱؍اکتوبر ۲۰۲۱) بھیجا اور یہ کہا کہ اس میں بارہویں شریف کے اہتمام اور میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے خلاف مضمون ہے، جس کو پڑھ کر مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے، آپ اس کا ازالہ فرمائیں۔ تلاش کیا تو ص ۲ پر مولانا احتکام الحق قاسمی کا مضمون ''جشن عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت'' مضمون پر نظر پڑی، مضمون پڑھ کر مجھے نقیب کا شمارہ بھیجنے والے کی خلش کا واقعی اندازہ ہوا۔

حلقہ دیوبند کی طرف سے میلاد النبی کے خلاف اِس طرح کے مضامین آتے ہی رہتے ہیں اور اُن کے جوابات بھی علمائے حق کی طرف سے انہیں ملتے ہی رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ ان کی طرف سے محبت رسول کا اظہار کرنے والوں پر تیر کی بوچھار میں کمی آئی اور نہ پیغمبر اسلام کی حرمت پر قربان ہوجانے والے سنی علما وعوام کے جذبات میں کمی آئی۔ بالکل ''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی'' کا معاملہ ہے۔ ہم دائرہ شریعت میں رہ کر اظہار محبت کا کوئی موقع جانے دینا نہیں چاہتے اور وہ قرآن واحادیث کا غلط حوالہ دے کر اور اپنی طبیعت کا مفہوم نکال کر رسالت مآب ﷺ کی تنقیص کا کوئی عمل چھوڑنا نہیں چاہتے۔

وہابی دیوبندی شاید یہ دنیا کی واحد قوم ہے جو اپنے پیغمبر کی عظمت کے اظہار پر ناک بھوں چڑھاتی ہے اور جو سمجھائے اسے اپنا سب سے بڑا دشمن جانتی ہے۔ اس دل خراش مضمون کے علاوہ نقیب کے مدیر نے ''ماہ ربیع الاول'' کے عنوان کے تحت، اپنا بھی عندیہ ونظریہ ڈھکے چھپے انداز میں لکھ دیا ہے۔ کہنے کو بس ایک جملہ ہے جیسے بخار ناپنے کے لئے ننھا مُنا تھرمامیٹر۔ لکھتے ہیں:

''اِس ماہ میں بہت سارے ایسے کام ہوتے ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔'' (۳) اب اِس ''بہت سارے خلاف شریعت کام'' کی تفصیل کون پوچھے؟ فوراً اتحاد کا مخالف کہہ کر عوام کی نگاہ میں مجرم بنا دیں گے اور عوام سے فرمایا جائے گا کہ دیکھئے صاحب! ''ملک کدھر جا رہا ہے، شعائر دینی خطرے میں ہے، اسلام بچانا مشکل ہو رہا ہے، ابھی اتحاد کی کتنی ضرورت ہے مگر یہ لوگ ایسے ماحول میں بھی اختلاف کی بات لیے بیٹھے ہیں'' چلئے بھائی، آپ کے شیرہ لگائی پر ہم بھی کچھ نہیں کہیں گے۔ صرف بیچارہ خلش زدہ انسان کی تسکین کے لئے ''نقیب'' میں اٹھائے گئے سوال پر دو چار بات کرتے ہیں۔

مضمون نگار احتکام الحق نے نقیب کے مذکورہ شمارہ میں لکھا ہے:

''جب تاریخ وفات ۱۲؍ربیع الاول ہے تو اس تاریخ میں جشن کس طرح منایا جارہا ہے۔ وفات پر یا ولادت پر؟ اس تاریخ میں سانحہ ارتحال امت کے لئے بڑا سانحہ ہے، اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ نہیں ہوسکتا اور حادثہ کے موقع پر جشن منانا ایک سچے محب رسول کے شایان شان نہیں۔ جشن ولادت منانے کا ثبوت دور دور تک کتاب وسنت، صحابہ کرام تابعین وسلف صالحین سے نہیں ملتا۔ یہ بعد کے لوگوں کی ایک من گڑھت ایجاد ہے جو آپ ﷺ کے ارشاد مبارک **من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منه فھو رد** (صحیح بخاری) اور **وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة** (ابوداؤد) کا مصداق ہے۔ حضور ﷺ کا یوم ولادت منانا غیروں کے برتھ ڈے منانے کے مشابہ ہے اور آپ ﷺ نے غیروں کی مشابہت سے احتراز کا حکم دیا ہے۔ **من تشبه بقوم فھو منھم** (سنن ابوداؤد)''

یہ ایک مضمون ہی نہیں، فرقہ وہابیہ دیوبند کے تمام چھوٹے بڑے اسی فکر کے حامل ہیں کہ جشن عید میلاد النبی منانا، ناجائز ہے، بدعت ضلالہ ہے ''کنہیا کا جنم دن منانے سے بدتر ہے'' (معاذ اللہ)

دنیا میں ایسے کتنے مسائل ہیں جو متفقہ طور پر بدعت ہیں۔ فسق ہیں، ناجائز وحرام ہیں مگر اُس کے کبیرہ ہونے کے باوجود حلقہ دیوبند کی طرف سے اتنی شدت کا مظاہرہ نہیں دیکھا جاتا، جتنی بارہویں شریف کے اہتمام اور محفل میلاد النبی کے خلاف دیکھا جاتا ہے۔ داڑھی

ترشوانے رمنڈوانے ،شراب نوشی، قماربازی اور دیگر کبیرہ جرائم کے ارتکاب پراُن کے مضامین دیکھ لیجئے۔اول تو ایسے مضامین میلا دالنبی کے انعقاد کے بالمقابل کم ملیں گے،مل بھی جائیں تو ایسے کسی مضمون میں بدعت ،بدعت ضلالہ اور ہر بدعت گمراہی کا حکم نہیں کے برابر ملے گا۔ اب یہ دورنگی کیوں ہے،اس کا جواب تو اہل امارت ہی دیں گے۔

میں تو اِس تضاد بیانی کے حوالہ سے اپنی بات عرض کررہا تھا کہ امارت کے ترجمان نقیب (۴ر ربیع الاول ۱۴۴۳ھ/۱۱راکتوبر ۲۰۲۱ء) نے میلا دالنبی ﷺ کو ناجائز کہا، بدعت ضلالہ کہا، کفار کے مشابہ کہا مگر اسی امارت شرعیہ کا پہلا مجموعہ فتاویٰ، جو ''فتاویٰ امارت شرعیہ'' کے نام سے شائع ہے ،اس کے باب ''باب الشرک والبدعت'' کے تحت ص ۳۸ر پر میلا دالنبی کے حوالہ سے ایک فتویٰ ہے ،جس میں میلا دالنبی کوجائز اور کارِثواب کہا گیا ہے، ملاحظہ کیا جائے:

''بارہویں ربیع الاول شریف میں اکثر اہل سنت وجماعت مجلس میلادشریف منعقد کرکے رسول اللہ ﷺ کے فضائل وکمالات اور اُن کے اخلاق حسنہ وتعلیمات کو بیان کرکے اورسن کر ایمان تازہ کرتے ہیں اوراپنے دلوں میں محبت رسول کا جذبہ پیدا کرکے اُن کے نقش قدم پہ چلنے کا مصمم ارادہ کرتے ہیں، درودشریف کثرت سے پڑھ کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں یہ بہت ثواب کا کام ہے بنظر ایصال ثواب وحصول برکت،شیرینی تقسیم کی جائے یا کھانا کھلایا جائے یہ بھی جائز ہے۔''

اب بتایا جائے کہ(۱) مولانا سجاد صاحب (مفتی امارت) کے دور میں اگر میلا دشریف کا انعقاد ''بہت ثواب کا کام'' تھا تو اُن کے پردہ کرنے کے بعد یہی کام بدعت گمرہی اور ناجائز کیسے ہوگیا؟

(۲)ان کے دور میں اگر یہی میلا دالنبی کا عمل ''ایمان تازہ کرنے'' اور ''محبت رسول کا جذبہ پیدا کرنے'' کا ذریعہ تھا پھر آج کفار کے مشابہ عمل کیسے ہوگیا اوراس کے لئے حضور پاک ﷺ کی حدیث مبارکہ کا سہارا بھی کیسے لے لیا گیا؟

(۳)اِس تضاد بیانی کا بھی اہل امارت جواب دیں کہ اگر آج کا فتویٰ رموقف رمضمون صحیح ودرست ہے تو میلا دالنبی کے انعقاد کو جائز ہی نہیں کارِثواب بتانے والے مولانا ابوالمحاسن مولانا سجاد صاحب پر کیا حکم ہے؟اوراگراُن کا فتویٰ صحیح ودرست ہے تو ایک جائز کو ناجائز، کارِثواب کو گمرہی اور کفار کے عمل کے مطابق بتانا شرعی جرم ہے کہ نہیں؟

کیا امید کی جائے کہ اس جرأت پر توبہ ورجوع کیا جائے گا؟

نقیب کے اسی شمارہ کے ص ۶ پر جناب رضوان احمد ندوی کا مضمون ''امارت شرعیہ ملک کی ایک دینی وشرعی تنظیم'' شامل ہے،اس میں انہوں نے لکھا ہے:

''۱۳۳۹ھ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس فریضہ دینی کی طرف علما کو متوجہ کیا، اجتماعی نظام کے قیام کی دعوت دی اور مولانا ابوالکلام آزاد،حضرت مولانا بدرالدین صاحب سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، قطب دوراں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ رحمانی مونگیر کی تائید وحمایت سے ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا''

اِس اقتباس میں امارت کے بانی اورحمایت کرنے والوں کا جو نام بھی لکھا گیا ہے، ان میں کوئی ایک ایسا نہیں جو میلا دالنبی ﷺ کو بدعت ناجائز اور گمرہی بتاتے ہوں۔خانقاہ مجیبیہ نے اپنے وجود کے ہر لمحہ میں بارہویں شریف کے انعقاد اور تبرکات کی زیارت سے یہی ثابت کیا کہ بارہویں شریف منانا، جائز وکارِثواب ہے۔مولانا محمد علی مونگیری جنہیں مضمون نگار نے ''قطب دوراں'' لکھا ہے وہ بھی محفل میلادِ نبی کے قائل وعامل رہے ہیں۔آج بھی خانقاہ رحمانی میں بارہویں شریف کا اہتمام ہوتا ہے۔اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ امارت کے بانی وحامی سب کے سب میلادی رہے ہیں۔اگر یہ واقعہ ہے تو امارت کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے کہ اس نے بانی کے نظریات کی مخالفت کیوں کی؟

چلتے چلتے ایک آخری الجھن بھی دور کردی جائے تا کہ بات تشنہ نہ رہے کہ امارت کی پوری تاریخ میں چند ایک کو چھوڑ کر جتنے امیر شریعت ہوئے، وہ سب کے سب خانقاہی رہے ہیں۔حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین علیہ الرحمہ،حضرت مولانا سید شاہ محی الدین علیہ الرحمہ یہ دونوں خانقاہ مجیبیہ کے صاحب سجادہ تھے اور خانقاہ رحمانی (مونگیر) سے منتخب شدہ تینوں حضرات جناب منت اللہ رحمانی صاحب، جناب ولی رحمانی صاحب اورنو منتخب امیر جناب سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب،سب خانقاہی ہیں۔

امارت کے حالیہ فتویٰ کے مطابق میلا دالنبی منانا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور یہ کفار کے مشابہ عمل ہے۔تو بتایا جائے کہ:

(۱) یہ پانچوں حضرات جو خانقاہی نظام کے حامل ہیں اوراُن کے یہاں اس تاریخ میں تبرکات کی زیارتیں ہوتی رہی ہیں، محافل کا انعقاد

ہوتا رہا ہے، کیا یہ سب بدعتی تھے؟ اور ان کا یہ عمل مشابہ بالکفار تھا؟

(۲) اگر نہیں تو کیوں؟ آخر ایک ہی عمل، ایک جگہ جائز اور دوسری جگہ ناجائز کیسے؟ کیا امارت کے یہاں فتویٰ کو دوہرا معیار ہے؟ (۳) اور اگر یہ سب بدعتی تھے؟ اور اُن کا یہ عمل مشابہ بالکفار تھا، تو پھر اپنے فتویٰ کی روشنی میں بتا جائے کہ کیا کسی بدعتی و گمراہ کو امیر شریعت بنانا صحیح ہے؟

یہ سبھی سوالات، امارت کے ترجمان امارت ہفتہ وار ''نقیب'' میں شائع مضمون اور ''فتاویٰ امارت شرعیہ'' کے مندرجات میں تضاد بیانی کے سبب پیدا ہوئے ہیں۔ ہم نے صرف ان تمام قضیوں کو جوڑ کر اُس خلش کو لفظوں کی زبان دی ہے جو، ہر پڑھے لکھے افراد کے ذہن میں کانٹے کی طرح چبھ رہا ہے۔ اب اُس خلش کا ازالہ امارت کے ارباب حل وعقد کب تک کرتے ہیں، یہ اُن پر منحصر ہے۔

☆☆☆

☆ قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ (بہار)
9835423434

اہل سنت اکیڈمی نے عید میلاد النبی بلڈ ڈونیشن کیمپ لگا کر جشن یوم ولادت رسول منایا

سب سے پہلے اپنا خون عطیہ کر کے اہل سنت اکیڈمی کے صدر مولانا برکاتی نے سابق صدر مرحوم عتیق الرحمن عرف بابو بھائی کی روح کو نذر پیش کیا

بارہ ربیع الاول شریف ۱۴۴۳ھ ۱۹، اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز منگل قادری مسجد دار القلم دہلی میں عید میلاد النبی کی شاندار نعتیہ محفل کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنے خطاب میں رضا مسجد ذاکر نگر دہلی کے امام وخطیب مولانا عمران احمد ازہری نے کہا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور خدمت خلق ہر وقت کارِ خیر ہے لیکن آج کے دن رسول رحمت کی رحمت للعالمینی کا عملی مظاہرہ ہے جس کے لئے اہل سنت اکیڈمی دہلی بطورِ خاص قابل مبارکباد ہے۔

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ڈائریکٹر مولانا محمود غازی ازہری نے عید میلاد النبی بلڈ ڈونیشن کیمپ کے آغاز پر خیر مقدمی کلمات میں کہا کہ یہ ابتدا ہے جو ہمارے تجربے کا پہلا مرحلہ ہے، اب سال میں مختلف مواقع پر یہ مبارک تجربہ کرتے رہیں گے جس کے لئے آپ کا تعاون چاہئے۔

سب سے پہلے اپنا خون عطیہ کر کے عید میلاد النبی بلڈ ڈونیشن کیمپ کا افتتاح کرتے ہوئے اہل سنت اکیڈمی کے صدر مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے کہا کہ خدمت خلق اور بندوں کی خیر خواہی اکیڈمی کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے یہ اقدام ہمارے سابق صدر مرحوم عتیق الرحمن عرف بابو بھائی کی روح کو نذر کرتے ہوئے ہمیں بڑی خوشگوار مسرت ہو رہی ہے۔ عملی طور سے تعاوٗن پیش کرنے کے لئے اکیڈمی کے احباب کا شکریہ۔

جشن عید میلاد النبی کے نعتیہ اجلاس اور محفل میلادِ پاک کا آغاز قادری مسجد میں قاری نوید احمد موذن صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا، اس کے بعد نظامی مسجد کے امام قاری نازش علی نعیمی، مسجد خلیل اللہ کے قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے قاری مظہر الدین عزیزی، امن رضا قادری مسجد، سید احراز فاونڈیشن کے مولانا غلام دستگیر آمری اور محمد شیراز (سکریٹری اکیڈمی) نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے خیر مقدم، خطبہ استقبالیہ اور ہدیہ تشکر پیش کیا۔ صلوۃ وسلام کے بعد قاری مظہر الدین عزیزی کی دعا پر نعتیہ محفل میلاد پاک نماز ظہر سے پہلے ختم ہوئی۔ عید میلاد النبی بلڈ ڈونیشن کیمپ کے نگراں اورنگ زیب نے اپنے معاونین اور خیر خواہوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ بارہ ربیع الاول کی مناسبت سے بارہ یونٹ خون عطیہ کیا گیا۔ اکیڈمی کے بانی رکن محمد شاہین صاحب نے کہا کہ سب سے پہلے اپنا خون عطیہ کر کے اکیڈمی کے نومنتخب صدر مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے نوجوان ارکان کو بڑا حوصلہ دیا ہے۔

اکیڈمی کے جنرل سکریٹری سید محمد عاطر نے بتایا کہ حاضرین کو ہندی زبان میں ۹ کتابیں، انگریزی میں ایک کتاب ''اَنڈر اِسٹینڈنگ اسلام'' اور علمائے کرام کے لئے اردو زبان میں چار کتابیں اکیڈمی کی جانب سے بڑی تعداد میں تقسیم کی گئیں۔ مولانا امجد رضا علیمی نے کہا کہ حاضرین کے لئے شربت، شیرینی اور جوس پانی کا اہتمام پہلے سے بہتر رہا جو خوش آئند بات ہے۔ عید میلاد النبی بلڈ ڈونیشن کیمپ کے قریب غلام ربانی صاحب، مولانا محمد قاسم مصباحی، صحافی ایم جسیم الحق، حافظ محمد اسحاق، حافظ سہیل احمد، سکندر علی آمری، محمد وسیم غازی پوری وغیرہ بطورِ خاص موجود رہے۔

نظامی مسجد ۲۲ نمبر گلی، رضا مسجد ۱۸ نمبر گلی ذاکر نگر، مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس میں بھی روایتی انداز میں عید میلاد النبی کی سالانہ محفل سجائی گئی۔

حافظ معین الدین امجدی، برکاتی بک سینٹر، نزد قادری مسجد، جوگا بائی، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

اسلامی علوم

دوسری اور آخری قسط

چند ناسخ اور منسوخ آیات قرآن

سید احمد القادری ازہری★

(۱۲) فَاِنۡ جَآءُوۡكَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ (سورہ مائدہ آیت ۴۲) ترجمہ: تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو اُن میں فیصلہ فرماؤ یا اُن سے منہ پھیر لو۔ یہ آیت کریمہ منسوخ ہے: و ان احکم بینھم بما انزل اللہ۔ (سورہ مائدہ آیت ۴۹) والی آیت سے۔ ترجمہ: کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر۔

امام رازی تفسیر رازی میں رقم طراز ہیں:

اختلفوا فمنهم من قال الحكم ثابت في سائر الاحكام غير منسوخة وهو قول النخعي وا الشعبي و قتادة و عطاء و ابي بكر و منهم من قال انه منسوخ بقوله تعالیٰ (وان احكم بينهم بما انزل الله) (جزء ۱۱ ص ۲۳۱)

لوگوں نے اختلاف کیا بعض کے نزدیک یہ حکم تمام احکام میں ثابت ہے اور غیر منسوخ ہے اور یہ نخعی امام شعبی، امام قتادہ، امام عطاء، کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اللہ پاک کی اِس آیت سے:

و ان احکم بینھم بما انزل اللہ۔ تحریر و تنویر کے مصنف رقم فرماتے ہیں: و قالوا الاية نزلت بقصة الرجم التي رواها مالك في الموطا و البخاري و من بعده و ذلك ان هو ديا زني يهودية و قيل لا يحكم بينهم في الحدود و قيل منسوخ بقوله تعالیٰ و ان احكم بينهم بما انزل الله و هو قول ابي حنيفة رضي الله عنه (ج ۶ ص ۲۰۲)

کہا گیا کہ اِن دونوں کے درمیان حدود میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور کہا گیا کہ یہ منسوخ ہے اللہ پاک کے قول: وان احکم بینھم بما انزل اللہ سے اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(۱۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ (سورہ مائدہ آیت ۱۰۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر شخص ہوں یا غیروں میں سے دو۔ یہ آیت کریمہ واشھدوا ذوی عدل منکم (سورہ طلاق آیت ۲) والی آیت سے منسوخ ہے۔ ترجمہ: اپنے میں سے دو ثقہ گواہ کر لو۔ کہا گیا کہ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ آیت اولی خاص ہے جب موت نازل ہو مسافرین میں سے کسی ایک کی اور ارادہ کیا کہ وہ وصیت کرے۔ مناھل العرفان کے مصنف تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے: واشھدوا ذوی عدل منکم سے۔ (ج ۷ ص ۲۴۸)

(۱۴) اِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ يَغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ (سورہ انفال آیت ۶۵) ترجمہ: اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے۔ یہ آیت کریمہ: فَاِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ وَ اِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ اَلۡفٌ يَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفَيۡنِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (سورہ انفال آیت ۶۶) والی آیت سے منسوخ ہے۔ ترجمہ: تو اگر تم میں سو صبر والے ہوں تو، دو سو پر غالب آئیں گے۔ پچھلا حکم صحابہ پر گراں گزرا چنانچہ اللہ نے تخفیف فرما دیا، ایک اور دس کا تناسب کم کر کے ایک اور دو کا تناسب کر دیا۔ پہلے اگر ۱۰ کفار ہوں تو ایک مسلم کے لئے میدان سے بھاگنا ناجائز تھا لیکن اب اللہ پاک نے یہ حکم منسوخ کر دیا۔ اب ۲ کا تناسب کر دیا کہ اب اگر دو کفار ہوں تو مسلم کو بھاگنا ناجائز۔ تحریر و تنویر میں ہے۔ نزل التخفيف من بعد ذلك بالاية۔ (ج ۱۰ ص ۶۶) تفسیر رازی میں بھی اسی طرح ہے۔ (ج ۱۵ ص ۹۱۱)

(۱۵) اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ (سورہ توبہ آیت ۴۱) ترجمہ: کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے۔ یہ آیت منسوخ ہے: ليس على الاعمى حرج و لا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج (الفتح ۱۷) ترجمہ: اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ (الفتح

۱۷) والی آیت سے۔تفسیر رازی کے مصنف رقم طراز ہیں: یقولون هذه الاية صارت منسوخة بقوله ليس على الاعمى حرج الى آخره و قال عطاء منسوخة۔(ج ۱۲ ص ۶۹) یہ آیت منسوخ ہےلیس علی الاعمی حرجوالی آیت سے۔عطاء نے بھی یہی کہاہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

(۱۶) اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً (سورہ نور ۳) ترجمہ: زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ سے یا شرک والی سے۔یہ آیت منسوخ ہے :وانکحوا الایامی منکم ۔والی آیت سے۔ ترجمہ: نکاح کردواپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عام طور پر بدکارقسم کے لوگ نکاح کے لئے اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہے چنانچہ زانیوں کی اکثریت زانیوں کے ساتھ ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہیں اور مقصداُس سے اہل ایمان کومتنبہ کرنا ہے کہ جس طرح زنا ایک نہایت ہی قبیح اور بڑا گناہ ہے اسی طرح زنا کاروں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنا بھی منع اور حرام ہے۔امام شرکانی نے اسے راجح قرار دیا ہے۔حدیث مبارک میں اس آیت کریمہ کا جو شان نزول ہے وہ بھی اس مفہوم کی تاکید کرتا ہے یعنی صحابہ نے بدکارعورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔(مریم ایسی عورت کوکہا جاتا ہے جس کا خاوند نہ ہوجس میں کنواری بیوہ مطلقہ تینوں آجاتی ہیں اورایسے مردکوبھی ایم کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو۔

یہ آیت ناسخ ہے۔تحریروتنویر کے مصنف رقم طراز ہیں :وقالوا هذا حكم منسوخ نسختها الاية و انكحو الايامى منكم۔یہ حکم وانکحوا الایامی ۔والی آیت سے منسوخ ہے(۲۳ ص۱۴۹)) بین السطورقابل غور ہے۔

(۱۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ(سورہ نور آیت۵۸) ترجمہ: اے ایمان والو چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور جوتم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے۔غلاموں سے مراد باندیاں اورغلام دونوں ہیں۔

ثلاث مرات کا مطلب تین وقت ہیں(۱) فجر کی نماز سے پہلے (۲) جب تم کپڑے اتارتے ہودوپہرکو(۳)اورعشاء کی نماز کے بعد۔

یہ تینوں اوقات ایسے ہیں کہ انسان گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ بہ کار خاص مصروف یا ایسے لباس میں ہوسکتا ہے کہ جس میں کسی کا اُن کو دیکھنا جائز اور مناسب نہیں اس لئے ان اوقات میں خادموں کو بغیر اجازت کے داخلہ کی اجازت نہیں تھی گھر میں۔یہاں مذکورہ تین اوقات کومرات کہا گیا یعنی یہ تمہارے پردے اور خلوت کے اوقات ہیں جن میں تم اپنے مخصوص لباس اور ہیت کوظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔خادم اور مالک ان کو بھی آپس میں ہروقت ایک دوسرے سے ملنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔اسی ضرورت عامہ کے پیش نظراللہ نے یہ اجازت مرحمت فرمادی کیونکہ وہ علیم ہے لوگوں کی ضرورت اور حاجات کو جانتا ہے۔دراصل حضرت عمررضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادم بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہوگیا توانہوں نے دل میں یہ سوچا کہ غلام کے لئے اجازت لیناضروری ہونا چاہئے دخول بیت کے وقت۔تفسیر رازی میں ہے:

قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه لم يصر احد من العلماء الى ان الامر بالاستيذان منسوخ فهذا يدل على ان الاستيذان واجب فى كل حال وصار ذلك منسوخ بهذه الاية۔(ج ۲۴ ص ۲۷)

امام اعظم فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی نے اجازت کاحکم منسوخ ہونے پراصرارنہیں کیا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اجازت طلب کرنا ہرحال میں واجب ہے حالانکہ یہ حکم منسوخ ہے۔

(۱۸) لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (احزاب ۵۲) یہ منسوخ ہے:یایها النبى انا احللنا لك ازواجك الى آخره والی آیت سے۔ازواج مطہرات نے دنیا کے اسباب عیش و راحت کے مقابلےعسرت میں حضور کے ساتھ رہنا پسند کیا تھا،اس کا صلہ اللہ پاک نے دیا کہ آپ کواُن ازواج کے علاوہ (جن کی تعداد ۹ تھی) دیگرعورتوں سے نکاح کرنے یا اُس میں سے کسی کو طلاق دے کراس کی جگہ اور سے نکاح کرنے سے منع فرمادیا۔بعض کہتے ہیں کہ بعد میں آپ کو اختیار دیا گیا تھا لیکن آپ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔تفسیر رازی میں ہے ظاہر ہذا منسوخ (ج ۲۴ ص ۲۲۱)

تحریروتنویر کے مصنف رقم طراز ہیں: يجوز ان يقدر المضاف اليه و قتارعى بعد اليوم اوالساعة اى الوقت الذى نزلت فيه الاية فيكون نسخا بقوله تعالىٰ انا حللنا لك

ازواجك الی آخره۔احزاب ۵۰ (ج ۲۷ ص ۷۷)

(۱۹) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (سورہ مجادلہ آیت ۱۲)
ترجمہ اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے صدقہ دے لو۔ یہ آیت کریمہ ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات (سورہ مجادلہ آیت ۱۳) والی آیت سے منسوخ ہے یعنی تم اس سے ڈرو کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو۔ ہر مسلمان نبی سے مناجات اور خلوت میں گفتگو کرنے کی خواہش رکھتا تھا جس سے حضور کو خاص تکلیف ہوتی۔ کہتے ہیں کہ منافقین یوں ہی بلاوجہ حضور سے مناجات میں مصروف رہتے جس سے مسلمان تکلیف محسوس کرتے اس لئے اللہ پاک نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تاکہ آپ سے گفتگو کرنے کے رجحان عام کی حوصلہ شکنی ہو۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ۔ امام رازی فرماتے ہیں:فقال الکلبی مابقی ذلك التکلیف الساعة من النهار ثم نسخ و قال مقاتل بن حبان حتی ذلك التکلیف عشرة ایام ثم نسخ ۔(ج ۲۹ ص ۲۷۰) ترجمہ: امام کلبی فرماتے ہیں کہ دن کے چند ساعات صدقہ دینے کا حکم رہا پھر منسوخ ہوگیا اور امام مقاتل بن حبان فرماتے ہیں کہ وہ تکلیف دس دن باقی رہی پھر منسوخ ہوگئی۔

(۲۰) فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۔ (سورہ ممتحنہ آیت ۱۱) ترجمہ: تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا دیدو جو ان کا خرچ ہوا تھا۔ یہ آیت منسوخ ہے:واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه (سورہ انفال آیت ۴۱) والی آیت سے ۔ ترجمہ: جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول و قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔

تحریر وتنویر کے مصنف رقم طراز ہیں:و عن ابن عباس وا لجمهور الذین فاتهم الازواج الی الکفار یعطون مهور نسائهم من مغانم المسلمین و هذا یقتضی تکون الاية منسوخة باية سورة براءة۔(ج ۲۸ ص ۱۶۱)

(۲۱) قولہ تعالیٰ: قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ (سورہ مزمل آیت ۲) یہ آیت کریمہ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (مزمل ۲۰ /) والی آیت سے منسوخ ہے۔ امام رازی اس تعلق سے رقم طراز ہیں: قال ابن عباس رضی الله عنه ان قیام اللیل کان فریضة علی رسول الله لقوله تعالیٰ قم اللیل و ظاهر الامر للوجوب ثم نسخ و اختلفوا فی سبب النسخ علی وجوه۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیام اللیل حضور ﷺ پر فرض تھا، اللہ پاک کے قول قم اللیل کی وجہ سے اور ظاہر ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا چند وجوہ کے سبب ۔ اسباب نسخ میں اختلاف ہے۔ تحریر وتنویر کے مصنف کہتے ہیں:

قالت سیدہ عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان الله افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام النبی و اصحابه علی انه لا خلاف فی رفع فرض القیام عن المسلمین۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء میں قیام اللیل فرض قرار دیا پھر نبی اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب نے قیام اللیل فرمایا اور اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمانوں سے قیام اللیل کی فرضیت مرفوع ہوگئی۔

☆☆☆

☆ خانقاہ سیدنا محمد قادری، امجھر شریف، اورنگ آباد (بہار)
فاضل شعبہ تفسیر علوم قرآن جامعہ ازہر قاہرہ، مصر۔ 7985696761
☆ صاحب زادہ مفتی سید محمد اصغر امام قادری مصباحی، سجادہ نشین

دارالعلوم فیضان سیدنا اورنگ آباد میں جشن عید میلاد النبی

مورخہ ۱۸؍ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز دوشنبہ دارالعلوم فیضان سیدنا اورنگ آباد (بہار) میں ایک خوب صورت محفل سجی جس میں بطورِ خاص بانی ادارہ، فرزند سید الہند اولادِ غوث اعظم شیخ طریقت، امام ملت حضرت مفتی سید شاہ اصغر امام قادری مصباحی قاضی شہر اورنگ آباد سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ امجھر شریف نے خصوصی خطبہ صدارت سے نوازا۔ شہزادہ امام ملت حضرت مولانا سید احمد القادری ازہری نے قرآن وحدیث اور معتبر کتب تفسیر سے حیات النبی کے ایمان افروز نکات بیان کیے۔ شہزادہ امام ملت حضرت مولانا محمد القادری جیلانی سرکار، مولانا محمد افسر رضا قادری مصباحی (صدر المدرسین) اور مولانا عبدالقدوس قادری وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔ اخیر میں صلاۃ وسلام کے بعد حضرت امام ملت کی دعاؤں کے ساتھ محفل ختم ہوئی۔

اصلاح معاشرہ

شوہر کا صحیح مقام و مرتبہ اور ہمارا معاشرہ

محمد ایوب مصباحی★

آج ہر گھر باہمی اختلاف ونزاع کا شکار ہے، رشتہ داریوں میں نا اتفاقیاں ہیں، ہر کوئی اس کا ذمہ دار دوسرے کو ٹھہراتا ہے، حالاں کہ اگر ہم غور کریں تو خامیاں ہم سب میں ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ، باہمی رنجش کی کئی ایک وجوہات ہوسکتی ہیں، جیسے: حسد، بغض، کینہ، غیبت چغل خوری لیکن ان کے علاوہ رشتوں میں درار کی ایک وجہ صلہ رحمی نہ کرنا بھی ہے۔ یہ صلہ رحمی کیا ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کن لوگوں سے صلہ رحمی کرنا ضروری ہے؟ آج ہم اِسی عنوان پر مختصر سی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

صلہ رحمی کی شرعی حیثیت: صلہ رحمی واجب ہے اور قطعِ رحم یعنی رشتہ داری کو ختم کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اس پر دلیل صحیح مسلم شریف میں حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوگیا تو رحم یعنی رشتہ داری کھڑی ہوئی اور رحمان کے دامنِ رحمت میں پناہ لی، اور عرض کیا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ مانگے؟ فرمایا: ہاں، اور کیا تو اِس سے راضی نہیں کہ میں اس سے تعلق جوڑوں جو تجھ سے تعلق جوڑے اور اس سے قطعِ تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے؟ عرض کیا: کیوں نہیں؛ فرمایا: تو یہی تیرا مقام ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آقاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کرسکتے ہو'' اگر تم پھر گئے تو کیا تم سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ تم زمین میں فساد کروگے اور اپنی رشتہ داریوں کو ختم کروگے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا تو کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا اُن کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔'' (صحیح مسلم، باب: صلۃ الرحم)

صحیح ابن حبان میں حضرتِ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ان لوگوں پر رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں رشتہ داری ختم کرنے والا ہو۔

المعجم الکبیر للطبرانی میں حضرتِ سلیمان اعمش سے روایت ہے، کہ حضرتِ عبداللہ ابن مسعود نماز فجر کے بعد لوگوں کے حلقے میں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا: میں رشتہ داری ختم کرنے والے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کھڑا ہو، اس لئے کہ ہم اپنے رب سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور بیشک آسمان کے دروازے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے پر بند کردیے جاتے ہیں۔

صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کو نہ بھولے، ان سے ملاقات کرتا رہے، ان کے گھروں پر آنا جانا رکھے، جب قدرت ہو تو تحفہ تحائف بھی بھیجے اور ہاتھ یا زبان کے ذریعہ ان کی مدد بھی کرے۔

صلہ رحمی کی حد اور صورتیں: اس کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ خود انھیں سلام کرے، اگر دور ہو تو سلام بھیج دے، یا خط لکھ دے۔ اس میں کوئی قید نہیں کہ سلام یا خط کتنے دن کے اندر اندر بھیجنا ہے بلکہ عرفِ عام کا اعتبار ہے۔ بعض علما نے فرمایا ''یہ تین سال کے اندر اندر ضروری ہے'' کتاب الدرر میں ہے: صلہ رحمی سلام و ہدیہ وتحیت کے ذریعہ واجب ہے اور یہ قریبی رشتہ داروں کی باہم مدد کرنا، ان کے ساتھ احسان کرنا، ان کے ساتھ نرمی کرنا، بیٹھنا اور باہم ان سے گفتگو کرنا ہے اور رشتہ داروں کو تاخیر سے ملنے جائے کہ یہ محبت کو بڑھاتا ہے بلکہ اپنے رشتہ داروں سے ہر جمعہ یا ہر مہینہ ملاقات کیا کرے، ہر قبیلہ اور ہر خاندان باہمی مدد کرنے اور دوسروں کے خلاف مدد کرنے میں ایک ہاتھ ہوں، عزت دینے، فرماں برداری کرنے اور اطاعت کرنے میں چچا، بھائی اور ماموں کو باپ کے درجہ میں رکھے اور خالہ، پھوپھی کو ماں کے درجے میں رکھے۔

صلہ رحمی کے بابت اصلِ کلی: صلہ رحمی ہر ذی رحم محرم کے ساتھ واجب ہے۔ ''شرح المشارق'' میں ہے: اس رشتہ داری کے بارے میں جس کے ساتھ صلہ ونرمی واجب ہے علما کا اختلاف ہے، علما کی ایک جماعت نے کہا کہ ''وہ ہر ذی رحم محرم کی قرابت ہے۔''

دوسری جماعت نے کہا کہ ''وہ ہر قریبی کی قرابت ہے محرم ہو یا نہ ہو۔

علامہ نووی نے فرمایا ''صلہ رحمی کے صلہ رحمی کرنے والے کی فراخی وتنگدستی کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں، اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ اپنے قریبی کو بالکل چھوڑ نہ بیٹھے۔''

غیر محرم کے ساتھ صلہ رحمی: غیر محرم سے صلہ رحمی کے بارے میں علما کا اختلاف ہے ''شرح الشرعۃ'' میں ہے: قرابت کا اطلاق عصبہ، صاحب فرض (قرآن وحدیث یا اجماع میں جائداد میں جس کا حصہ بیان کر دیا گیا ہو) یا ذی رحم پر ہوتا ہے جیسے: چچا کی لڑکی اور ماموں وغیرہ پر ہوتا ہے۔ غیر محرم سے صلہ رحمی کے واجب نہ ہونے پر دلیل اس سے نکاح کا جائز ہونا ہے، اس لئے کہ جوازِ نکاح قطع رحم کی علامت ہے لیکن اس سے مراد شاید وجوب کی نفی ہے استحباب کی نہیں۔ اس لئے کہ دور والوں سے صلہ رحمی کرنا قریب والوں کی بنسبت متفق علیہ کے درجہ میں ہے۔

صلہ رحمی کا فائدہ: صلہ رحمی کے فائدے کے بابت حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حدیث مروی ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ کے متعلق روایت کی ہے کہ انسان صلہ رحمی کرتا ہے اور اس کی عمر سے تین دن باقی بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال کا اضافہ فرما دیتا ہے، اور جو انسان رشتہ داری کو توڑتا ہے اور اس کی عمر میں تیس سال ابھی باقی ہوں تو اللہ تعالیٰ انھیں گھٹا کر تین کر دیتا ہے۔

ابن کمال کی ''حدیث اربعین'' میں ہے: صدقہ اور صلہ رحمی گھروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔

قطع رحم کی ایک قسم قول یا فعل سے تصریح، تعریض اور کنایہ کے ذریعہ بیوی کا اپنے شوہر کو ایذا دینا ہے اور ان امور میں جو معصیت نہ ہوں نافرمانی کرنا ہے اور اس کے حقوق کی رعایت نہ کرنا ہے۔

میاں بیوی کے درمیان نزاع کی اصل وجہ: میاں بیوی کا جھگڑا بھی آج کسی پر مخفی نہیں، ہر گھر آج جہنم کدہ بنا ہوا ہے، اس کی بے شمار وجہیں ہیں، لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آج میاں بیوی میں سچی محبت نہیں، جن مرد وزن میں سچی محبت ہوتی ہے وہ کبھی نہیں لڑتے اور اگر لڑتے بھی ہیں تو بہت جلد ایک دوسرے کو راضی کر لیتے ہیں۔

اب یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ میاں بیوی میں باہم سچی محبت ہوتی کیوں نہیں؟ تو اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہماری قوم آج تیزی سے مغربی تہذیب وکلچر کو اپنا رہی ہے اور مغربی تمدن اسلام کے مزاحم ومخالف ہمیشہ سے رہا ہے اور رہے گا بھی اور مغربی تہذیب وتمدن میں سے ایک چیز ''عشقِ مجازی'' ہے۔ آج بنام ترقیاتی دنیا اِس بلا میں پوری گرفتار ہے اور اس پر موبائل اور فلم انڈسٹریز نے اہم رول ادا کیا ہے۔ اب جب نو شادی شدہ لڑکیوں کا دل پہلے سے ہی کسی اور کی محبت کا اسیر ہے تو پھر شوہر سے محبت وہ کیسے کر سکتی ہیں، اب جب محبت نہیں تو نہ اس کے مقام ومرتبہ کو پہچان سکتی ہے بلکہ کیا کیا کہا جائے سینکڑوں برائیاں یہیں سے جنم لیتی ہیں۔ اس کے برخلاف اگر ہم آج بھی مغربی کلچر کو بالاے طاق رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائیں تو ہماری دنیا وآخرت دونوں سنور سکتی ہیں۔

شوہر کا مقام احادیث شریف میں: جامع ترمذی میں حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن یزید کے والد سے روایت ہے کہ ایک بدوی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پھر عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی چیز دِکھا دیجیے جس سے ایمان وایقان بڑھ جائے، فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا اُس درخت کو بلائیے کہ وہ آپ کے پاس آجائے، فرمایا ''جاؤ، اور اُسے بلالاؤ'' تو وہ اعرابی شخص گئے اور اس درخت سے کہا میرے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس چلو، وہ درخت اپنی ایک جانب جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں یہاں تک کہ وہ درخت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گیا، اعرابی نے کہا ''بس مجھے کافی ہے'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو واپس جانے کا حکم دیا، درخت واپس چلا گیا اور اپنی جڑیں اسی جگہ جمالیں جہاں سے آیا تھا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیجیے کہ آپ کے مبارک سر اور قدموں کا بوسہ لوں، پس آقاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت مرحمت فرمائی اور اس نے آپ کے سر اور قدموں کا بوسہ لے لیا، پھر عرض کیا: اجازت دیجیے کہ آپ کو سجدہ کروں تو حضور نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کسی بھی مخلوق کو سجدہ نہیں کر سکتا، اگر میں کسی کو اِس

کی اجازت دیتا تو ضرور عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

''مسند احمد'' میں ہے: اگر مرد کے قدم سے اس کے سر کی مانگ تک پھوڑے پھنسی ہوں جن سے پانی اور پیپ بہہ رہی ہو پھر اس کی بیوی اس کے سامنے آئے اور اسے چاٹے تب بھی اس نے شوہر کا حق ادا نہیں کیا۔ یہی حدیث ''مسند احمد'' میں دوسری سند سے اس طرح مروی ہے کہ ایک گھر والوں کا ایک اونٹ تھا جس سے وہ اپنے کام کاج لیتے تھے۔ ایک مرتبہ اونٹ نے اپنے اوپر کچھ لادنے سے انکار کر دیا اور شوخی کی تو گھر والوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ کھیت اور باغات سوکھ چکے ہیں (کیا کریں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس آئے اور اونٹ اس کی ایک طرف بندھا ہوا تھا، گھر والے بولے: یہ تو کتے کی طرح ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی حرج نہیں۔ جب اونٹ نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی طرف متوجہ ہوا حتی کہ آپ کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر کام میں لگا دیا، لوگ بولے کہ یہ ناسمجھ جانور آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم عقلمند ہیں تو ہم زیادہ اس کے حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، آپ نے ارشاد فرمایا: کسی انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے، اگر یہ صحیح ہوتا تو ضرور میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس لئے کہ شوہر کا حق عورت پر عظیم ہے، یہاں تک کہ مرد کے قدم سے اس کے سر کی مانگ تک پھوڑے ہوں جن سے پیپ بہہ رہی ہو پھر عورت اس کے سامنے آئے اور پھر اُسے چاٹنے لگے تب بھی اس کا حق ادا نہیں کیا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور پوری رات اس حال میں گزارے کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

شارحین فرماتے ہیں کہ یہ وعید اُس وقت ہے جب بغیر عذر کے عورت انکار کر دے اور اگر عذر ہو جیسے: حیض، بیماری اور فرض روزہ تو گناہگار نہ ہوگی۔ امام نووی نے فرمایا کہ حیض (پیریڈ) بستر پر نہ جانے میں عورت کا عذر نہیں اس لئے کہ اس حالت میں شوہر کا حق مافوق الازار سے متعلق ہے، اس سے استمتاع کر سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عورت جب نماز پڑھے اور اپنے شوہر کے لئے دعا نہ کرے تو اس کی نماز مردود کر دی جاتی ہے جب تک کہ اپنے شوہر کے لئے دعا نہ کر لے۔

المعجم الکبیر للطبرانی میں حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً روایت ہے کہ شوہر کا بیوی پر یہ حق ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے، اگر اُس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہی اور یہ روزہ اس کا قبول نہیں کیا جائے گا، اور اپنے گھر سے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ نکلے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

عورت کے متعلق کچھ ضروری باتیں: جب مرد اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہے اور عورت حیض و نفاس والی اور روزہ دار نہ ہو تو اس پر ضروری ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ عورت پر گھریلو کام کرنا جیسے: کھانا بنانا، جھاڑو لگانا، کپڑے اور برتن دھونا، روٹی پکانا دیانۃً واجب ہے اگرچہ وہ شریف زادی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اسے ایسا کرنے پر اجر دیا جائے گا اور اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو گناہگار ہوگی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاتون جنت حضرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی طرح حکم دیا تھا، لیکن قضاءً اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا، لیکن فتاوی بزازیہ میں ہے: نکاح یا عدت والی عورت بیمار ہو یا شریف خاندان کی بیٹی ہو اور وہ روٹی بنانے سے منع کر دے تو شوہر کی ذمہ داری ہے کہ روٹی بنانے والی کا انتظام کرے اور اگر ایسی ہو کہ خود ان کاموں کو کرتی ہے تو اُسے ان کاموں کے کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نکاح ایک قسم کی رقیت ہے لہٰذا عورت پر ضروری ہے کہ مطلقاً شوہر کی اطاعت کرے اور گھریلو کام کاج بھی کرے، شوہر کی اجازت کے بغیر گھر کی کوئی چیز کسی کو نہ دے اور اہم ترین حق دو چیزیں ہیں، ایک رازداری اور شرمگاہ کی حفاظت اور دوسرا ضرورت سے زیادہ کے مطالبے (ڈمانڈ) سے باز رہنا اور شوہر سے کسب مال کا مطالبہ نہ کرنا جب کہ مال حرام کا ہو۔

ہمارے اسلاف کی عورتوں کا طرزِ عمل:

مفتاح السعادہ میں ہے: ہمارے اسلاف کی عورتوں اور ان کی بیٹیوں کا طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ اپنے شوہروں کو اِس کی تاکید کرتی تھیں کہ حرام مال کمانے سے بچنا، اس لئے کہ ہم بھوک برداشت کر سکتے ہیں

لیکن جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتے، اور شوہر کا مال خرچ کرنے میں حد سے آگے نہیں بڑھتی تھیں اس لئے کہ عورت نے شوہر کا مال اس حال میں کھایا کہ اس کا شوہر اُس سے راضی ہو تو جتنا اجر شوہر کو اپنی بیوی پر خرچ کرنے پر ملتا ہے اُتنا ہی اس کی بیوی کو بھی ملتا ہے ورنہ صرف شوہر کو اجر ملتا ہے اور عورت گناہگار ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت خارجہ نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری بیٹی! آج تو ایک ایسے گھونسلے سے باہر نکل رہی ہے جس میں تو ہمیشہ رہتی تھی اور ایسے بستر کی طرف جا رہی ہے جسے تو پہچانتی بھی نہیں اور ایسے شخص کے ساتھ رہنے جا رہی ہے جس سے تجھے ابھی کوئی الفت بھی نہیں تو، تو اس کی زمین ہو جا، وہ تیرا آسمان ہو جائے گا، اس کا فرش ہو جا، وہ تیرا استون ہو جائے گا، تو اس کی باندی ہو جا وہ تیرا غلام ہو جائے گا۔ تو اُسے کوئی نقصان مت پہنچانا کہ وہ تجھے چھوڑ دے، تو اس سے دوری مت بنانا کہ وہ تجھے بھول جائے، اگر وہ قریب آئے تو تو اس کے قریب ہونا، اگر وہ دور جائے تو، تو بھی دور رہنا، اس کی ناک، کان اور آنکھ کی ہمیشہ حفاظت کرنا کہ وہ تجھ سے کبھی نہ سونگھے مگر خوشبو، تجھ سے کبھی نہ سنے مگر اچھی بات، اور تجھ میں کبھی نہ دیکھے مگر خوبصورتی۔

اسی میں ہے کہ تمام باتوں کو جامع یہ ہے کہ عورت اپنے گھر میں بیٹھے، ہمیشہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے، اپنے پڑوسیوں سے بات کم کرے، اس کا مشن اپنے کاموں کی اصلاح اور اپنے گھر کی تدبیر ہو، روزہ نماز کی پابند رہے، اپنے شوہر کی طرف سے اُتنے پر ہی جو اللہ نے اسے عطا فرمایا صبر وشکر کرنے والی ہو، شوہر کے حق کو اپنے اور تمام اعزاء واقربا کے حقوق پر مقدم رکھے اور تمام حالات میں اپنی پاکی اور صفائی ستھرائی کا خیال رکھے۔

ماخوذ:

البریقة شرح الطریقة لابی سعید الخادمی القونوی

☆☆☆

☆صدر المدرسین دار العلوم گلشن مصطفیٰ بہادر گنج مراد آباد، اتر پردیش

سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی نے شاہانہ سلطنت کو ترک کے روحانی سلطنت کو پسند فرمایا

ہمارے بزرگوں میں مخدوم الاولیاء حافظ قرآن، تالی فرقان، مفسر قرآن، فقیہ دین ومحدث زمان حضرت سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی چشتی بانی سلسلہ اشرفیہ ایسے ممتاز بزرگ ہیں جو بادشاہ ابن بادشاہ تھے اور تاریخ کو کنگھالا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سات بادشاہی شوکتیں آپ کا طواف کر رہی ہیں لیکن آپ نے شاہانہ سلطنت کو ترک کر کے روحانی سلطنت کے چشتی رہنما بننے کو پسند فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

سمناں کا تخت چھوڑ کر غوث الوریٰ ہوئے   یوں ترک سلطنت نے آپ کو سلطاں بنا دیا

اُن کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ۲۹ محرم، ۷ ستمبر ۲۰۲۱ء کو بروز پیر مدرسہ زہرا مدینۃ العلوم قادری مسجد ذاکر نگر میں منعقد روحانی محفل میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے یہ باتیں کہیں اور بتایا کہ مخدوم صاحب نے اپنا سب کچھ سمنان خراسان میں ہی چھوڑ دیا تھا، اس لئے مشرق وسطیٰ کے دوسرے سفر میں جیلان اپنی خالہ زاد بہن کے گھر پہنچ کر سید عبد الرزاق نور العین جیلانی کو فرزندی میں قبول کیا تا کہ نسبی انسیت کا تحفہ لے کر بھارت واپسی کریں جہاں آپ کے بعد آپ کی روحانی نسبی نسبتوں کا اشرفی فیضان جاری رہے۔

قادری مسجد کے امام وخطیب مولانا فیضان احمد نعیمی نے کہا کہ پیغمبر اسلام کی مشہور حدیث پاک ہے کہ قیامت کے دن صرف میرے نسب کی نسبت کا فیضان باقی رہے گا، اس لئے ہم سب کو حسنی اور حسینی سادات کرام کی نسبتوں کی دولت کو سمیٹ کر رکھنا چاہیے تا کہ قیامت کے دن اس کی خیرات مل سکے۔ حافظ وقاری اشفاق احمد قادری نے خطبہ استقبالیہ اور ہدیہ تشکر پیش کیا۔ مدرسے کے طلبہ نے بھی نعت ومنقبت خوانی کی۔

حافظ شاہنواز حسین نے قرآن پاک کی تلاوت کی، فرحان برکاتی نے نعت ومنقبت پڑھی، صلوۃ وسلام اور فاتحہ خوانی کے بعد مولانا فیضان احمد نعیمی نے دعا کرائی پھر اشرفی لنگر سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔ محفل میں حافظ ریاض احمد قادری، سکندر علی آمری، محمد سہراب اشرفی، محمد صادق اشرفی، حافظ محمد اسحاق وغیرہ عوام وخواص اور طلبہ بطور خاص حاضر تھے۔

اطلاع: حافظ تحسین احمد نظامی آمری اوکھلا وہار۔ 7065643260

شخصیات اسلام

دوسری قسط

مولانا جلال الدین رومی۔ایک ہمہ جہت شخصیت

محمد کلیم اشرف★

اکثر تذکرہ نگاروں نے برنج فروشی یا شکر فروش لکھا ہے۔شبلی نعمانی نے خود برنج فروش کا ذکر کیا ہے لیکن کسی تذکرے میں حلوائیوں کے محلہ کا ذکر میری نظر سے نہیں گزری سوائے میاں اصغر صاحب کے، ہوسکتا ہے کہ اصغر صاحب نے شکر بیچنے والے کو حلوائی سمجھا ہو۔اسی کے پاس ایک چبوترہ تھا شمس تبریز اُسی پر بیٹھ کر شیخ رومی کا انتظار کرتے۔شیخ رومی کو بھی منکشف ہوگیا تھا کہ آفتاب فلک ولایت برنج فروش میں پہنچ چکا ہے تو سواری اسی طرف نکل پڑی اُدھر ملاقات کے لئے شیخ شمس چل پڑے، راستہ میں لوگ اپنی پلکیں بچھاتے اور قدم بوس ہوتے۔دور سے دیکھا کہ یہ تو وہی خلق خدا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔یہیں دونوں حضرات کی ملاقات ہوتی ہے۔

خواجہ شمس نے شیخ رومی سے دریافت کیا کہ خواجہ بایزید بسطامی کے اِن واقعات میں کیسے تطبیق ہوسکتی ہے؟ حال یہ تھا کہ پوری زندگی 'خربوزہ' کھایا نہیں کہ پتہ نہیں رسول کریم ﷺ نے کس طرح اس کو تناول کیا ہو۔دوسری طرف اپنی نسبت کے بارے میں عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! میری شان کس قدر عظیم ہے۔حالانکہ شفیع محشر بایں ہمہ جلالت شان فرمایا کرتے کہ میں دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔شیخ رومی نے جواب دیا کہ خواجہ بایزید اگرچہ ولی کامل تھے لیکن مقامِ ولایت کے خاص درجہ پر ٹھہر گئے تھے۔اسی کا اثر تھا کہ ان کے زبان سے ایسے الفاظ ادا ہوتے بخلاف اس کے کہ رسول اللہ منازل تقرب میں برابر ایک پایہ سے دوسرے پایہ طے کرتے جاتے اس لئے جب بلند پایہ پر پہنچتے تو پہلا پایہ اسی قدر پست معلوم ہوتا اور اسی پر استغفار فرماتے۔شیخ شمس یہ سنتے ہی شیخ رومی سے لپٹ گئے۔

دونوں حضرات رومی اور خواجہ شمس چھ ماہ تک بغیر کھانا پانی کے اور دوسری بشری حاجات کے صلاح الدین زرکوب فریدون بن یاغی حسن (م ۶۵۷ھ۔جو سید برہان الدین کے مرید اور قونیہ کے قریب' کاملہ 'نامی گاؤں کے رہنے والے تھے) کے حجرے میں چلہ کشی کرتے رہے۔

ان ایام میں شیخ رومی کی حالت میں نمایاں تغیر ظاہر ہوگیا تھا۔درس تدریس کا سلسلہ بھی منقطع کردیا۔پورے قونیہ میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی کہ ایک مجذوب نے مولانا پر جادو کردیا،جس نے شیخ کو شاگردوں،دوستوں عزیزوں اور یہاں تک کہ بال بچوں سے بھی چھڑا کر اپنا دیوانہ بنالیا ہے۔شیخ شمس شاگردوں اور عزیزوں کے چڑھے ہوئے تیور کو بھانپ گئے اور خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یورش کی نوبت نہ پہنچ جائے اسی لئے چپکے سے دمشق کے لئے روانہ ہوگئے۔خواجہ شمس کے اچانک غائب ہوجانے سے کافی گہرا اثر ہوا،مولانا رومی نے سب سے قطع تعلق بھی کرلیا۔تنہائی میں رنج والم کے ایام گزرنے لگے کہ مریدوں کو بھی خدمتِ باریابی نصیب نہیں ہوتی۔انہی ایام میں شیخ رومی نے رقت آمیز پُرسوز اشعار کہے جنھیں سلطان ولد کی ''مثنوی''میں دیکھا جاسکتا ہے۔سوانح مولانا روم میں ہے:

''مناجات کے وقت دعاء مانگی کہ الٰہی! کوئی ایسا بندۂ خاص ملتا جو میری صحبت کا متحمل ہوسکتا،عالم غیب سے اشارہ ہوا کہ روم جاؤ۔اسی وقت چل کھڑے ہوئے۔'' (۱۷)

مناقب العارفین اور مثنوی کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شیخ شمس الدین تبریزی کے چلے جانے کے بعد شیخ رومی شدتِ عشق کی وجہ سے حسام الدین چلپی (م ۶۸۴ھ) کو اپنا نقیب مقرر کیا اور تلقین کی کہ میرے مریدوں کو تعلیم دیں اور خود شیخ شمس کی تلاش میں ملکِ شام کی طرف نکلے۔روایتوں سے ثابت ہے کہ ایک سال سے کچھ زیادہ شہر دمشق میں رہے،بقول سلطان ولد دمشق دو مرتبہ گئے۔ملک شام کے زیادہ تر علماء اور خاص وعام حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ایک روایت میں ہے کہ اپنے وطن تبریز چلے گئے تو شیخ رومی خود تبریز جا کر اُن کو لائے۔یہ بھی منقول ہے کہ کئی زمانے کے بعد شیخ شمس نے شیخ رومی کو خط لکھا اُس خط نے عشق کی دبی دبائی آگ کو اور بھڑکا دی۔

بہرکیف شیخ رومی ایک زمانے تک خواجہ شمس تبریز کے فراق میں بیتاب رہے۔اسی بیتابی کے عالم میں گھر سے نکل پڑے شیخ صلاح

الدین زرکوب کی دوکان راہ میں تھی زرکوب اس وقت چاندی کے اوراق کوٹ رہے تھے۔ جب شیخ رومی کے کان میں ہتوڑے کی آواز بجلی جیسی پڑی تو عجیب وغریب حالت پیدا ہوگئی۔ دوکان کے پاس روک گئے آنن فانن وجد کرنے لگے۔ شیخ زرکوب نے جب شیخ کی یہ حالت دیکھی تو ورق اسی طرح کوٹتے رہے اسی کوٹنے میں بہت سبھی اوراق ضائع بھی ہوگئے لیکن ہاتھ نہ روکا آخر کار اپنی دوکان سے باہر آئے اور اپنی آغوش محبت میں شیخ رومی کو لے لیا۔ اسی سرور میں دوپہر سے نماز عصر تک دونوں یہ شعر گنگناتے رہے ۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دوکان زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

(ایک خزانہ مل گیا اُس سنار کی دوکان سے، کیا ہی صورت ہے اس کی کیا ہی معنی ہیں اور کیا ہی تعریف ہے)(۱۸)

اپنی پوری دوکان شیخ زرکوب نے دیکھی کہ زرورق سے بھری ہے یہاں تک کہ سبھی آلات سونے کے ہوگئے اپنا کپڑا پھاڑ ڈالا اور کھڑے کھڑے دوکان لٹوادی۔ شمس الدین افلاکی نے ''مناقب العارفین ''میں اس طرح بیان کیا ہے کہ شیخ رومی جب دوکان پر پہنچے تو ہتوڑوں کی آواز کان میں آئی تو عجیب حالت ہوگئی، وہیں رقص کرنے لگے اور شیخ زرکوب کو الہام ہوا کہ دوکان سے باہر جا کہ شیخ رومی رقص میں ہے۔ دوڑے اور باہر آگئے اور شیخ رومی کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اپنے شاگردوں کو اشارہ سے کہا کہ ہاتھ نہ روکنا کتنا ہی ورق ضائع ہوجائے۔ یہ سلسلہ ظہر سے عصر تک رہا اُسی درمیان سماع خواں بھی آگئے اور مذکورہ بالا شعر پڑھتے رہے۔(۱۹) شیخ زرکوب شیخ رومی کے ساتھ ہولیے جو شروع سے ہی صاحب حال کی منزل پر فائز تھے۔ زرکوب سید سروان ترمذی کے مرید تھے اور شیخ بہاء الدین بلخی کے شاگردوں کے شاگرد تھے، شیخ رومی کو زرکوب کی صحبت نے ایسا جادو کیا کہ دس(۱۰) سال تک گرم رہے اور شمس تبریزی کی جدائی میں جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی چہار جانب تلاش وجستجو کرتے پھرتے، ان کی صحبت سے حاصل ہوگئی۔

خواجہ شمس الدین تبریزی فرقۂ اسمٰعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے بعد میں اس مذہب سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اپنے آبائی وطن تبریز میں علوم دینیہ حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ آپ کو علم ریاضی اور علم نجوم کا بھی درک حاصل تھا۔ بچپن کا حال یہ تھا کہ کئی کئی دنوں تک کچھ نہ کھاتے ان کے والد شیخ علاء الدین کہتے کہ کمزور وناتواں ہو جاؤ گے۔ آپ کہتے کہ میں اتنا چست ہوں کہ اگر کہیں تو اِس مکان کی کھڑکی سے پرندے کی طرح اُڑتا ہوا باہر چلا جاؤ۔ شیخ پر عجیب طرح کی کیفیت طاری رہتی۔ والد کہتے کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہتے ہمیں کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ خواجہ شمس تبریز کو اپنے والد سے کافی لگاؤ تھا۔ شیخ کمال سے خلافت بھی تھی مگر عام پیروں کی طرح پیری مریدی کا مشغلہ نہ بنایا، ان کے نام و وطن میں بھی کثیر اختلاف پائے جاتے ہیں۔ صاحب ''نفحات الانس اور خزینتہ الاصفیاء'' نے شمس الدین محمد بن علی بن ملک داد تبریزی لکھا ہے۔ مناقب العارفین میں ایسا ہی ہے لیکن ''مجمع الفصحاء'' نے علی بن داؤد تبریزی لکھا ہے۔(۲۰) بعض کا بیان ہے کہ آپ خراسانی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ تبریزی ہیں، سپہ سالار نے آپ کا مسکن تبریز ہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲۱) آپ مادر زاد ولی تھے، رسول اللہ کے عشق میں اس قدر استغراق تھے کہ تیس تیس/ چالیس چالیس ایام روزے رکھتے اور کچھ بھی نہ کھاتے اور کبھی خواہش بھی نہ ہوئی۔ شیخ رومی بارہا کہا کرتے کہ والد گرامی شیخ بہاء الدین اگر چند سال اور حیات رہتے تو میں شمس الدین تبریز کا محتاج نہیں رہتا، اس لئے کہ ہر پیغمبر کے لئے ایک ابوبکر کی ضرورت ہے اور ہر عیسیٰ کے لئے ایک حواری درکار ہے۔ خواجہ شمس الدین کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں اور ان کا مقام کیا ہے۔ اگر شیخ رومی سے ملاقات نہ ہوتی، شیخ رومی کی حیثیت گویا پہلے ایک مدرسہ کے معلم کی طرح تھی جس میں عالمانہ وقار جاہ جلال بھرپور تھا۔ جب دو آفتاب آپس میں ملے اور شمس کی غلامی نصیب ہوئی تو رومی، روم کے بادشاہ ہوگئے۔ شیخ رومی نے اپنی مثنوی وغزلیات میں ان کی یاد میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ مستقل ایک دیوان شمس تبریزی کے نام سے بھی موجود ہے جس میں کم وبیش پچاس ہزار اشعار موجود ہیں، یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ غزل کو غزل جس نے بنایا ان میں سرفہرست مولائے روم کا بھی نام ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(اپنے سے مولانا روم نہیں ہوتا مولوی، شمس تبریزی کی اگر غلامی میسر نہ ہوتی)(۲۲) شیخ رومی اپنے زمانے کے مذہب وملت کے بڑے عالموں وشاعروں اور مشائخ کبیر میں سے تھے۔ دوسرے علوم وفنون میں گہرے شغف کے مالک تھے۔ تبحر علمی کا عالم یہ تھا کہ آپ سر آمد علمائے روزگار اور سرخیل فضلائے زمانہ آپ تھے۔ علمائے وقت سے

اگر کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا تو آپ ہی سے حل کراتے۔علوم دینہ کا درس دیتے اور فتاویٰ لکھتے اور وعظ ونصیحت کرتے اومحفل سماع سے سخت اجتناب کرتے۔ کبھی کسی کا دل نہ دُکھایا، نہ ہی غرور وتفاخر کیا،بچپن ہی سے رقیق القلب منکسر المزاج اور بڑے رحم والے تھے، ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنی خادمہ کوسزادی اس پرسخت پکڑ کی اور کہا کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتی تو تیری کیا حالت ہوتی؟ عبادت وریاضت کا حال یہ تھا کہ کبھی بھی سونے والالباس نہیں پہنا سونے کی جگہ بستر اور تکیہ ہوتا ہی نہ تھا۔ لیٹتے بھی نہ تھے جب نیند ستاتی تو بیٹھے بیٹھے آرام کرتے۔مریدوں کا حال محفل سماع میں یہ ہوتا کہ ان پر جب نیند آتی تو اُن کی خاطر دیوار سے ٹیک لگا لیتے تاکہ آرام سے سوسکیں جب یہ سوجاتے تو اٹھ کر تسبیح وتحلیل میں لگ جاتے۔ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے زیادہ تر روزے رکھتے مہینہ میں دس دس بیس بیس دن تک کچھ تناول نہ کرتے،وقت نماز میں فوراً قبلہ سمت ہوجاتے نماز میں خشوع وخضوع کا حال یہ تھا کہ دو رکعات ہی میں صبح ہوجاتی۔

سپہ سالار یوں کہتے ہیں:''میں چالیس سال کی مدت تک حاضر رہا مگر کبھی بھی ان کو جامۂ خواب (سونے کا لباس) میں نہیں دیکھا۔ بچھونا اور تکیہ بالکل نہیں ہوتا، نماز کا وقت ہوتا تو سمتِ قبلہ کی طرف ہوجاتے اور چہرۂ مبارک کا رنگ بدل جاتا۔''(۲۳)

شیخ رومی کے آخری حیات میں شہر قونیہ میں زبردست زلزلہ آیا اور یہ چالیس دن تک قائم رہا۔لوگ حیران وپریشان تھے کہ اب کیا ہوگا؟ آخر کار سب کے سب شیخ کے پاس آئے اور کہا کیا یہ آسمانی بلا ہے۔شیخ رومی نے جواب دیا کہ زمین بھوکی ہے اُسے نرم لقمہ چاہیے ہے اُسے ضرور ملے گی، چند دنوں کے بعد مزاج ناساز ہوا طبیبوں نے علاج کرنا شروع کیا مگر کامیابی نہیں ملی۔ان میں حکیم زمانہ اکمل الدین اور غضنفر کا نام سرفہرست ہے۔شیخ سے عرض کیا کہ خود ہی مزاج کی کیفیت سے آگاہ فرمائیں لیکن شیخ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔لوگوں نے جانا کہ چند وقت کے مہمان ہیں آخر کار یہ آفتاب ۵؍جمادی الاخریٰ ۶۷۲ھ بروز اتوار بوقت شام اپنے مالک حقیقی سے جاملا پورے قونیہ میں صف ماتم بچھ گئی اور صبح جب عاشق کا جنازہ نکلا تو اُس کے ساتھ عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہجوم تھا جیسے قیامت صغریٰ برپا ہوگیا ہو، ارضِ روم کے ہرطبقہ ہر مکتبۂ فکر کے لوگ شامل تھے ڈھاڑیں مار مار کر روتے جاتے۔ جنازہ کے ساتھ قوالوں کی بیس ٹولیاں سماع میں اور علماء صلحاء حفاظ اور قراء قرآن مقدس کی تلاوت کرتے چلتے، عیسائیوں ویہودیوں کی جماعت توریت اور انجیل کو پڑھتے جاتے۔اژدحام کی وجہ سے اُن کو اس سے ہٹایا جاتا کہ وہ دور رہیں لیکن یہ نہیں مانتے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہوا۔جب حاکم وقت معین الدین پروانہ کو معلوم ہوا جو جنازہ کے ساتھ تھا تو اُن سے پوچھا کہ تم کو شیخ سے کیا تعلق؟انھوں نے کہا کہ ہم نے انبیائے سابقین کی حقیقت اور اولیائے کاملین کا طور طریقہ شیخ ہی سے جانا ہے اگر یہ مسلمانوں کے محمد ہیں تو ہمارے لئے موسیٰ اور عیسیٰ ہیں۔مسلمان سے زیادہ ہم محب ہیں۔حسب وصیت نماز جنازہ پڑھانے کے لئے شیخ صدرالدین (شاگرد شیخ محی الدین اکبر) آگے بڑھے مگر انہوں نے ایسی چیخ ماری کہ خود بیہوش ہوگئے۔آخر نماز جنازہ قاضی سراج الدین نے پڑھائی۔لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی کہ شیخ آپ نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھائے تو کہا کہ جب آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ملائکہ مقربین صف بستہ حاضر ہیں اور نماز وزیارت میں مُنہمک ہیں یہی وجہ ہے کہ میرے ہوش حواس اُڑ گئے۔ زہد وقناعت کا حال یہ تھا کہ سلاطین وقت اور امراء کے طرف سے تحائف آتے تو اپنے پاس نہیں رکھتے یا تو حسام الدین چلپی، یا صلاح الدین زرکوب کے پاس بھجوادیتے، شیخ رومی کے مثنوی کے لکھنے کا سبب یہی حسام الدین چلپی ہیں۔کبھی کھانے کے لئے گھر میں کچھ نہیں ہوتا تو بہت خوش ہوتے کہ آج ہمارے گھر سے درویشوں کی بُو آرہی ہے، آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں۔شیخ رومی کا مزار آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ دیکھنے کے لئے دستاویز لگتے ہیں۔(باقی آئندہ)

حوالہ جات: (۱۷)شبلی نعمانی،سوانح مولانا روم،ایم ثناء اللہ، لاہور، پاکستان،21,1956 (۱۸)عبدالرحمٰن جامیؔ،ن فحات الانس،اشتیاق اے پرنٹرز، لاہور، پاکستان492,2002۔(۱۹) شمس الدین افلاکی،مناقب العارفین،مطبع ستارۂ ہند آگرہ، اتر پردیش، بھارت,258,1897(۲۰) رضا قلی خاں ہداہت،مجمع الفصحاء(بخش دوم)امیر کبیر پبلشنگ ہاوس،ایران، تہران،1043,1,1957(۲۱) فریدون بن احمد،رسالہ سپہ سالار،اقبال لائبریری، پرنٹنگ ہاوس،تہران،ایران، 22)123,1325H) شکیل احمد، مولانا رومی اور مثنوی معنوی، مشمولہ سہ ماہی اسلام اور عصر حاضر، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ، جامعہ ملیہ، دہلی، بھارت، جلد نمبر39،شمارہ، جولائی تا اکتوبر3,4،257,2007(۲۲) فریدون بن احمد،رسالہ سپہ سالار،اقبال لائبریری، پرنٹنگ ہاوس،تہران،ایران(ملخصاً)،33,40,1325H

☆ریسرچ اسکالر برکت اللہ یونیورسٹی،بھوپال،مدھیہ پردیش(بھارت)
sharifi.barkatee@gmail.com

نقوش رفتگاں

حضرت غوث اعظم ہزار عابدوں سے افضل عالم دین

محمد شہادت حسین فیضی ٭

ولایت کے لئے علم کی ضرورت۔علم اور ولایت کا اسلامی نظریہ۔ علم سینہ اور سفینہ کی حقیقت۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) خبردار اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔

ولی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔(یونس آیت ۶۳، ۶۲) (۲) اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی زیادہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔(الفاطر آیت: ۲۸) (۳) اللہ تعالیٰ ولی ہے اُن مسلمانوں کا جو ڈرنے والے ہیں۔(الجاثیۃ آیت: ۱۹)

(۴) اللہ تعالیٰ ولی ہے ایمان والوں کا کہ انہیں اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔(البقرہ آیت: ۲۵۷)

مذکورہ آیتوں کا ترجمہ وتفسیر پڑھنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایمان، قرآن وسنت کا علم اور اللہ تعالیٰ کا خوف یہ تین چیزیں جن لوگوں میں جتنی زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کا اُتنا زیادہ مقرب بندہ ہوگا۔وہی ولی، قطب اور غوث ہوگا۔اس کی سب سے بہتر مثال حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔علم اور مرتبہ غوثیت وقطبیت کے بارے میں خود غوث اعظم کا یہ شعر ملاحظہ کریں۔

درست العلم حتی صرت قطباً
نلت السعد من مولی الموالی

میں پڑھتا رہا (اور اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھتا گیا) یہاں تک کہ میں قطب ہوگیا اور میں نے یہ نیک بختی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل کی کہ اس نے مجھے حصول علم کی توفیق بخشی۔

دراصل علم دو طرح کی صفتوں سے متصف ہے اور اس کے نتائج بھی دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ علم جس سے خوف خدا، حب رسول، اخلاق حسنہ اور تواضع وانکساری میں اضافہ ہو۔ اس علم سے غوثیت، قطبیت اور ولایت حاصل ہوتی ہے جس کی مثال بشمول غوث اعظم تمام اولیائے کرام ہیں اور دوسرا وہ علم جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، غرور وتکبر، خودغرضی اور خودسری پیدا ہوتی ہے۔ وہ علم دنیا میں بھی ناکام بناتا ہے اور آخرت میں بھی جہنم جانے کا سبب بنتا ہے۔اس کی مثال شیطان لعین ہے۔ایسا ہی وہ عابد جو قرآن وسنت کے علم کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ ولی، غوث اور قطب بنتا ہے اور جو شخص جہالت کے ساتھ عبادت کرتا ہے اس کا زندیق وگمراہ ہونے کا خدشہ زیادہ رہتا ہے۔ایسے جاہل عابد وزاہد کبھی کبھی اپنے لئے بھی مضر ہوتے ہیں اور قوم وملت کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب ایسے لوگ پیر بن کر رہبری کی تجارت کرنے لگیں تو اس کے اثرات اور زیادہ برے ہوتے ہیں۔اس بابت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اور آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔اس سلسلے میں آقا کریم ﷺ کے یہ احادیث کریمہ بھی پڑھتے چلیں۔

(۱) علم والوں کی فضیلت جاہل عابدوں پر ایسی ہی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر ہے۔(سنن دارمی جلد اول ص ۸۲)

(۲) ہر چیز کا ایک ستون ہے اور اسلام کا ستون فقہ کا علم ہے اور ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے شیطان پر۔
(سنن بیہقی جلد ۲، ص ۲۶۷، جامع ترمذی، ص ۳۸۴)

(۳) آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم والے کی فضیلت عابد پر ۷۰ درجہ زیادہ ہے۔(مجمع الزوائد جلد اول، ص ۱۲۲)

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! تم صبح کو قرآن کی ایک آیت سمجھ کر پڑھ لو تو وہ تمہارے لئے سو رکعات نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر علم کا ایک سبق پڑھ لو تو وہ تمہارے لئے ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔
(سنن ابن ماجہ، ص ۲۰)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں سے علم نہیں نکالے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا

جائے گا تو وہ بغیر علم کے ہی جواب دیں گے تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اورلوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔(صحیح بخاری جلد اول،ص ۲۰)

اس تعلق سے سینکڑوں احادیث کریمہ ہیں تاہم اِن پانچ احادیث کریمہ سے ہی بات صاف ہوگئی کہ جہالت دنیا کی سب سے بڑی بیماری ہے۔ جہالت دنیا و آخرت کو برباد کرنے کی سب سے بڑی وجہ ہے اور اگر جاہل رہبر ہوجائے خواہ دین کا ہو یا دنیا کا تو اُس قوم یا ملک کی تباہی یقینی ہے۔

آقا کریم ﷺ کو معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب علم والے کم ہوں گے اور کم علم یا جاہل لوگ کثرت عبادت پر فخر کریں گے اور اپنی کم علمی کو چھپانے کے لئے کثرت سے یہ جملہ استعمال کریں گے کہ میں کسی درسگاہ کا طالب علم نہیں ہوں تو کیا ہوا؟ میرے پاس اولیائے کاملین کا علم ہے جس کو علم سینہ کہا جاتا ہے۔ میرے پاس حقیقت و معرفت کا علم ہے اور جب ان کی غیر شرعی حرکات وسکنات کی گرفت کی جاتی ہے تو گرفت کرنے والے فقہا کو علمائے ظواہر کہہ کر اُنھیں مسترد کرتے ہیں لیکن مذکورہ احادیث کریمہ میں ان عابدوں پر علم والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ علم کے بغیر عبادت ناقص ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ مسلسل تیس سال تک درسگاہوں میں جا کر اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب طے نہ کرتے۔

آیئے ایک نظر اُن کی تعلیمی سفر پہ ڈالتے ہیں۔ مستند روایت کے مطابق آپ کی پیدائش جیلان میں ۴۷۰ھ میں ہوئی اور یہ بھی ایک مستند واقعہ ہے جس کی تصدیق جدید میڈیکل سائنس بھی کرتی ہے کہ بچہ جب ماں کے شکم میں ہوتا ہے تو اس وقت کا ماحول اور اس کی ماں کے کردار و عمل کا اثر اُس کے بچے پر ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت غوث اعظم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ ام الخیر عابدہ زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ نماز پنج گانہ کے ساتھ دیگر اوراد و وظائف کی پابند تھی۔ ہر دن قرآن مقدس کی تلاوت فرماتی تھیں۔اس کا ایسا اثر ہوا کہ حضرت غوث اعظم ماں کے شکم میں ہی قرآن سن کر، قرآن سے مانوس ہو چکے تھے۔ ماں کی گود سے ہی دین اسلام کو اپنی والدہ کے ذریعہ عملی شکل میں دیکھ کر اور سن کر سیکھ رہے تھے اور چار سال کی عمر کے بعد باضابطہ مکتب جا کر حصول علم میں مشغول ہوئے۔ خاندانی پاکیزگی اور حسن و جمال کے ساتھ والدین کے اخلاق حسنہ اور تقوی شعاری بھی بچے کو دستیاب ہوجائے تو یہ سونے پر سہاگ کا کام کرتا ہے۔غوث اعظم کا یہ شعر ملاحظہ کریں:

نبی ھاشمی مکی حجازی ۔۔۔ ھوجدی نلت بہ الموالی

میرے جد امجد نبی ہیں ہاشمی و مکی اور حجازی ہیں میں نے ان کی تقدس مآبی سے ہی یہ مرتبہ پایا ہے۔ اعلیٰ نسب، پاکیزہ ماحول، خداداد ظاہری و معنوی حسن و جمال، فہم و فراست کے امین، ظاہری و باطنی جاہ و جلال کے مالک، اِن سبھی خوبیوں کے باوجود تسلسل کے ساتھ ۱۸ سال کی عمر تک جیلان میں زیر تعلیم رہے اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنی مادرِ مشفقہ سے اجازت لے کر بغداد تشریف لے جاتے ہیں۔ بغداد میں موجود تمام اکابر علماء، مفسرین، محدثین، مجتہدین، ائمہ فقہ، ائمہ راہ سلوک کے ساتھ بہت سے صوفیاء و صلحا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ۱۲ سال دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوکر، پورے انہماک و خود سپردگی اور حصول علم کی تڑپ کے ساتھ پڑھنے میں مصروف رہے۔ مزید بیس سال تک شریعت و طریقت کی عملی تربیت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے عرب و عجم کا سفر کیا، حرمین شریفین میں حاضری دی۔ اور ۵۲۱ ہجری میں جب ان کی عمر تقریباً ۵۰ سال کی ہوئی تو بغداد میں باب الشیخ کی مسجد میں دین کی تبلیغ کے لئے خطاب شروع کیا۔ ۵۲۷ھ سے ساتوں دن بشمول جمعہ ۱۳ موضوعات پر کتاب پڑھایا کرتے جس میں عبادات، معاملات، معاشیات، سماجیات وغیرہ تمام مروجہ علوم وفنون شامل تھے۔ گویا کہ حضرت غوث اعظم کی پوری زندگی پڑھنے اور پڑھانے میں گذری ہے۔

بغداد کی تعلیمی دورانیہ جو تقریبا بارہ سال کا ہے حضرت غوث اعظم کے لئے بہت ہی پر تعیش اور آرام دہ نہیں تھے بلکہ ہزار مشکلوں کے بعد بھی ان کا حصول علم میں مصروف رہنا علم سے شغف کا پتہ دیتا ہے۔ انتہائی سخت اور کٹھن مراحل کے باوجود وہ حصول علم میں مشغول رہے۔ بطورِ دلیل ایک واقعہ پیش ہے۔ حضرت ابوبکر تمیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ قیام بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گزرا کہ میں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا حتی کہ ایک دن بھوک کی شدت سے دریا کے کنارے آیا تاکہ گری پڑی گھاس پھوس سے بھوک کا ازالہ کر سکوں، لیکن جس جگہ میں پہنچا وہاں مجھ سے پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں درویشوں کی جماعت سمجھ کر زحمت میں ڈالنا مناسب

نہیں سمجھا اور واپس شہر آ گیا اور ایک مسجد میں داخل ہوا جو ''ریحانین'' کے بازار میں تھی۔ اس وقت میں بھوک سے نڈھال تھا اور میرے لئے دست سوال دراز کرنا بھی محال تھا، اس لئے میں صابر و شاکر ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گیا کہ ایک عجمی نوجوان روٹی اور بھونا ہوا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔ اس کو دیکھ کر بھوک کی شدت میں اضافہ ہوا لیکن میں خود کو ملامت کرتا ہوا رخ پھیر کر بیٹھ گیا۔ اچانک وہ نوجوان میری جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا ''آیئے بسم اللہ کیجئے'' پہلے میں نے انکار کیا پھر اس کے اصرار کرنے پر مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا۔ اس نوجوان نے دریافت کیا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں فقہ کا طالب علم ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنا تعارف بھی پیش کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور کئی دنوں سے عبدالقادر نام کے نوجوان کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں ہی عبدالقادر ہوں تو وہ پریشان ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ بھائی میں آپ کو تلاش کر رہا تھا اور جب مجھ پر فاقے کی وجہ سے مردے کا کھانا بھی حلال ہو جاتا تو، میں آپ کی رقم سے کھانا خرید کر کھا لیتا تھا۔ خدا کی قسم آپ کی رقم سے یہ آخری کھانا خرید کر لایا ہوں آپ اپنا کھانا کھا رہے ہیں اور میں آپ کا مہمان ہوں۔

(قلائد الجواہر، ص ۳۵)

اِن مشکلات کے باوجود حضرت غوث اعظم کا حصول علم میں مشغول ہونا علم کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم کے بغیر نہ دنیا کی کامیابی حاصل ہوتی ہے اور نہ آخرت کی۔ اگر بغیر علم کے یہ سب کچھ حاصل ہونا ممکن ہوتا تو حضرت غوث الاعظم مادرزاد ولی ہونے کے باوجود اتنی مشقت کیوں اٹھاتے؟ اور جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ میرے پاس علم سینہ ہے اور میں اسی سے کامیاب ہوں۔ دراصل ایسا کہنے والے کذاب اور جھوٹے ہیں، نہ یہ ولی ہیں اور نہ ہی ان کے پاس علم سینہ ہے بلکہ یہ شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے شکار ہیں اور اسی کا آلۂ کار بن کر بشکل شکاری دوسروں کو پھنساتے ہیں۔

خود کہ گم کردہ راہ است، کرا رہبری کند؟

حضرت غوث اعظم جب تقریر فرماتے تو سامعین میں سے چار سو علماء حضرت غوث اعظم کے تقاریر کو لکھا کرتے۔ حضرت شیخ موفق الدین بن قدمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سے تلمذ حاصل کرنے کے لئے بغداد گیا تو انھوں نے بہت شفقت کی۔ گھر سے کھانا بھجواتے، نماز کے وقت باہر تشریف لاتے اور امامت فرماتے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی امامت و خطابت وغیرہ کا نذرانہ نہیں لیا۔

حضرت علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ جب میں نے تمام اعمال میں چھان بین اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ سب سے بہتر عمل کھانا کھلانا اور حسن اخلاق سے پیش آنا ہے کہ اگر میرے ہاتھ میں ساری دنیا کی دولت دے دی جائے تو میں اس کو بھوکوں کو کھانا کھلانے میں خرچ کر دوں۔ دنیا کے تمام بزرگوں کے یہاں کم و بیش لنگر کا اہتمام ہوتا ہے؟ شاید اُس کی وجہ یہ حدیث ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں کسی کی پیٹ کی آگ بجھائی تو اللہ تعالی اس پر جہنم کی آگ بجھا دے گا۔

حضرت غوث اعظم کی دیہات میں کاشت کے لئے بہت زمین تھی وہاں سے جو غلہ آتا تھا وہ سب لنگر کے لئے وقف تھا جب کہ اپنے گھریلو اخراجات کے لئے کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔

غوث اعظم اپنے وقت کے مفتی اعظم بھی تھے۔ آپ نے ایک سوال کا حل پیش فرمایا جس کا حل اس وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام پیش کرنے سے عاجز تھے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے قسم کھا کر کہا کہ میں حضرت ابو یزید بسطامی سے بہتر ہوں، نہیں تو تم کو طلاق مغلظہ ہے۔ سبھی علماء نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری بیوی تم پر حلال ہے۔ تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تم کئی اعتبار سے اُن سے افضل ہو، اس لئے کہ تم نے نکاح کیا ہے، ان کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ تم اپنی اولاد کو کھلانے کی فکر کرتے ہو، ان کی اولاد نہیں تھی اور یہ سب آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تم نے یہ سنت ادا کی ہے اور ابو یزید بسطامی اس سے محروم تھے۔

(قلائد الجواہر، ص ۴۴۹)

الغرض علم روشنی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کا حصول لازمی ہے۔ جہالت تاریکی ہے اور کوئی اس تاریکی میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کا تقریباً ۹۲ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو بغداد میں وصال ہوا۔

☆☆☆

☆ مدرسہ مدینۃ الرسول، جلوہ آباد، کوڈرما، جھارکھنڈ
9431538584

نقوش راہ

بموقع عرس مبارک خراج عقیدت

محبوب الٰہی۔ماں کے قدم سے مرشد کے میخانہ تک

ڈاکٹر محب الحق قادری اعظمی★

مضمون نگار، حضرت مفتی شریف الحق امجدی شارح بخاری علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے تھے جو گزشتہ سال کرونا سے متاثر ہوئے اور خدا کو پیارے ہو گئے۔ گریجویشن کے بعد حکمت کی تعلیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حاصل کی تھی اور گھوسی میں ہی مدرسہ شمس العلوم کے قریب اپنا شفاخانہ چلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

ولایت و بزرگی کی راہیں کس قدر کٹھن ہوتی ہیں، یہ بزرگوں کے حالات پڑھنے اور پھر اتفاق سے صحبت مل جائے تو پتہ چلتا ہے۔ جو یہ چمکتا دمکتا سونا ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ اس طرح پہاڑوں میں نہیں ہوتا۔ وہ تو کنکڑ پتھر مٹی کا آمیزہ ہوتا ہے، اس آمیزہ کو پہاڑوں سے نکال کر مٹیو میں پگھلا کر اور مختلف قسم کے کیمیکل میلا کر مزکی اور مصفہ کیا جاتا ہے تب چمک دھمک پیدا ہوتی ہے پھر سنار پھول بوٹوں کا ڈیزائن دیتا ہے تب جا کر ہماری دلہنوں کا زیور، راجارانیوں کے سرتاجِ افتخار بنتا ہے۔

اسی طرح اولیائے کاملین و علمائے ربانیین کی زندگی بھی ہوتی ہے۔ پاک باز عبادت گزار مائیں اپنے شکم میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر وفکر سے لبریز ایک ایک قطرہ خون جسم و جاں کی نشونما کرتی ہیں۔ پیدائش کے بعد ایک پاک باز مائیں اپنے پاکیزہ دودھ سے پرورش کرتی ہیں۔ تلاوت ربانی سے لبریز ڈوریوں سے ان کو جگاتی، سلاتی اور بہلاتی ہیں جسے سن کر بے زبان نومولود بچے قلب و دماغ میں بٹھائے بڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ بے زبان بچے ہماری حرکات وسکنات اور بات چیت کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بچوں کی آنکھوں اور سروں کو گردش کرنا بتلاتا ہے کہ وہ سب کچھ سمجھ رہے ہیں بس اُسے بیان نہیں کر سکتے۔ اس میں اللہ والیاں اپنے ننھے منے بچے کو بھی ذکر وفکر کی لوریاں سناتی رہتی ہیں تاکہ شروع ہی سے بچے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر وفکر سے آشنا رہیں۔

حضرت محبوب الٰہی کے والدین بھی بڑے رتبے کے ولی کامل تھے۔ حضرت نے اپنی زندگی کی پانچویں بچپن دیکھی تھی کہ والد بزرگوار سید احمد سخت علیل ہو گئے، والدہ معظم حضرت بی بی زلیخا نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے ''اپنے شوہر خواجہ احمد کو یا اپنے بیٹے سعید محمد (حضرت محبوب الٰہی کا اصل نام) میں سے کسی ایک کو اختیار کر'' انہوں نے اپنے لخت جگر نورِ نظر سعید احمد کو اختیار کیا۔ صبح بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ شوہر کی بیماری زور پکڑنے لگی ہے۔ بی بی زلیخا نے سمجھ لیا کہ اب جدائی قریب ہے، مالک حقیقی سے ملنے والے ہیں اور خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑا، ہر قسم کے ناز و نعمت اور خورد و نوش کا اہتمام کیا کرتی، کوتاہی نہیں فرماتی تھیں، بالآخر حضرت کا وصال ہو گیا۔

بی بی زلیخا بیوگی کے عالم اور بچے کی یتیمی سے مایوس نہیں ہوئیں۔ یہ ولیہ صبر اور عزیمت کے ساتھ بچے کی تعلیم و تربیت پاکیزہ ماحول میں علماء و صلحا سے کراتی رہیں۔ گھر میں فاقے پر فاقہ ہوتا رہا۔ آج کی ماؤں کے لئے نمونہ عمل کہ اپنے بچوں سے اپنی وسعت و فارغ البالی کے لئے نوکری و چاکری نہیں کرائی، بھیک نہیں مانگا بلکہ رزق حلال سے بچے کی پرورش اور اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کیا، یہاں تک کہ لائق و فائق استاذ مولانا علاء الدین اصولی نے جب قدوری ختم کرایا، اس دور کے رسم علماء کے مطابق طلبا کی دستار بندی ہوتی، حضرت محبوب الٰہی کی بھی دستار بندی ہونی تھی مگر آج مدارس کی طرف سے جبہ دستار دی جاتی ہے اُس زمانہ میں طالب علم کو خود ہی دستار کا انتظام کرنا پڑتا۔ حضرت محبوب الٰہی یاس و حرماں کی حالت میں ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں نے پوچھا بیٹا آج افسردہ کیوں ہو؟ عرض کیا، اب میری دستار بندی ہونی ہے مگر میرے پاس دستار کہاں؟ نرم دل ماں نے کہا کہ مایوس مت ہو! میں دستار کا انتظام کرتی ہوں، ماں نے بازار سے روئی لا کر اپنے ہاتھ سے دھاگہ بنایا اور بن کر اُسے دستار تیار کرائی۔ دستار اور کچھ پیسے

شیرنی کے لئے دے کر استاذ کی خدمت میں بھیجا۔

جشن دستار میں ولی کامل ''مولیٰ علی'' (ولد خاص شیخ جلال الدین تبریز) موجود تھے، دستار کا ایک سرا استاذِ محترم مولانا علاء الدین اصولی نے پکڑا، دوسرا سرا مولیٰ علی نے۔ دونوں بزرگوں نے حضرت محبوب الٰہی کی دستار بندی فرمائی۔ کیسا حسین و پر کیف سماں رہا ہوگا، کتنی امنگیں رہی ہونگیں، وفورِ جذبات میں محبوب الٰہی نے دونوں بزرگوں کی قدم بوسی فرمائی، تو مولیٰ علی نے فرمایا ''ارے! مولانا بڈّا کو سے'' یہ لڑکا بڑا بزرگ ہوگا۔ مولانا وصولی نے حیرت سے پوچھا کہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا ''جو منڈاسا باندھے سو پائیں پسرے'' جو سر پر دستار باندھتا ہے، وہ کس کے پاؤں پڑتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی دستار میں ریشم کا کوئی دھاگا نہیں جو اُس کی بزرگی کی علامت ہے۔ پاک باز ماں نے لباس میں بھی پاکیزگی کا خیال رکھا۔ ایسے پاک وستھرے ماحول میں تعلیم وتربیت اور بزرگوں کے ہاتھ سے دستار بندی۔ اس طالب علم کے مقام وبلندی، قوت پرواز کا کوئی اندازہ لگائے۔

بالائے سرش زِ ہوش مندی — می تافت ستارۂ بلندی

اللہ کے مہمان: تعلیم سے فراغت کے بعد گھر میں آتے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو ماں فرماتیں ''آج ہم اللہ کے مہمان ہیں'' نیک دل صبر ورضا کے پیکر بچے کو ماں کی بات اتنی بھلی لگتی کہ فرط مسرت سے بھوک ختم ہوجاتی۔ جب کئی روز گھر میں کھانے لئے کچھ ملتا رہتا تو ماں سے بڑے ہی حسرت بھرے انداز میں پوچھتے ''ہم اللہ کے مہمان کب ہوں گے'' سبحان اللہ ماں نے بیٹوں کے مہمان الٰہی بننے بنانے کی حکمت سے تقرب الٰہی کے کس درجے پر پہنچایا ہوگا۔ کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا۔

شہر پرواز کے بازؤں کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ عسرت وتنگ دستی نے اس کی قوت پرواز میں کمی نہیں ہونے دیا۔ آج کے ماں باپ ہوتے تو کہتے بیٹا اب پڑھ چکے، دستار بندی بھی ہوچکی، چلو اب کوئی کام کرو تاکہ ہماری روزی روٹی کا انتظام ہوسکے، مگر واہ رے مشفق ماں! پائے استقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی۔ جب حضرت محبوب الٰہی نے مزید تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انکار نہیں کیا۔ اس وقت دہلی، مرکز علم وعلماء صلحا تھا مگر آج کے دلی کی رونق وآشائش نہیں تھی بلکہ اکثر علاقے جنگل تھے، سلطان ناصر الدین التمش محمود کا زمانہ، صرف کلوکری کے اردگرد آبادی تھی۔ ایسے دلی میں نہ ان کا کوئی رشتہ دار، مگر مادرِ مہربان نے بیٹے کی تعلیم کیلئے یہ مشقت بھی برداشت کیا۔ کیسے اس جنگل میں پرورش فرمائی ہوگی وہی جانتی ہیں۔ اللہ ایسی ماؤں کو آج بھی پیدا فرمائے کہ ہمارے آوارہ گرد بچے بھی تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوجائیں۔

حضرت محبوب الٰہی نے دہلی میں دینی وعصری علوم وفنون حاصل کیے کہ چند سالوں میں حلقہ علماء وصلحاء فضلاء میں مولوی نظام الدین ''بحاث'' مولانا نظام الدین ''محفل شکن'' مشہور ومعروف ہوگئے۔

والدہ سے ملاقات: آج کے دور میں علم وفضل کے اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد علماء کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوجاتا ہے۔ ماں باپ اور رشتہ داروں کو لوگ بھول بھال جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ) سوائے چند علمائے ربانین کے، مگر محبوب الٰہی کا معمول تھا کہ نئے چاند کی مبارک باد دینے، والدہ کی قدم بوسی کرنے اور دعا کے لئے گھر تشریف لاتے۔ ایک بار نئے چاند کی مبارک باد کے بعد اُن کے قدموں پر سر رکھا تو ماں نے حسرت ویاس سے پوچھا ''اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو کس کے قدموں پہ سر رکھو گے؟'' دل والے دل کی بات سمجھ گئے، محبوب الٰہی نے اشک بار آنکھوں سے پوچھا ''مجھ بے کس ومجبور کو کس کے حوالے کریں گی؟'' فرمایا کل جواب دوں گی۔ دوسرے دن خادمہ سے محبوب الٰہی کو بلوایا اور فرمایا، کل تم نے جو پوچھا تھا لو سنو! ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''اے خدا میں اِسے تیرے سپرد کرتی ہوں'' یہ فرمانے کے بعد مشفق ماں نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی ؎ سپردم بتو مایۂ خویش را

متوکل اللہ بیٹے نے صبر کیا اور دل میں سوچا کہ والدہ محترمہ وراثت میں سونے چاندی درہم ودینار ہیرے جواہرات چھوڑ جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی کہ ان کے اس جملے سے ''مجھے خدا کے سپرد فرمادیا۔''

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ماں اور ماہرین فن اساتذہ کی تعلیم وسرپرستی کے بعد گرد آلود سونا، اب خالص سونا بن چکا تھا۔ اب مزید درخشندگی اور تابندگی لانے کے لئے خاص روحانی صیقل کی ضرورت تھی۔ وہ شیخ کبیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی بارگاہ میں محنت ومشقت، صبر وتحمل، ایثار ایسار وقربانی، عبادت وریاضت کے بعد اُکے جیسے شیخ سے حاصل ہوا۔

شیخ شیوخ بابا فرید الدین کی صحبت:

۱۶ سال سے ہی شیخ کامل کی طلب شروع ہوئی۔ محبوب الٰہی نے بچپن میں بہت سے بزرگوں کے حالات سنے تھے مگر کسی کی محبت دل

میں جا گزیں نہ ہوئی مگر جب شیخ شیوخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سنے تو دل میں زیارت کی تڑپ پیدا ہوئی۔ غائبانہ جوش عشق اس قدر بڑھنے لگا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ شیخ فرید اور دس مرتبہ مولانا فرید کا ورد کرنے لگے۔ اس کا شہرہ ساتھیوں تک پہنچا تو کسی بات پر تیقن کے لئے محبوب الٰہی سے بابا فرید کی قسم کھلاتے۔

(بحوالہ محبوب الٰہی مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، ص، ۱۲۰)

قیام دہلی میں ایک واقعے کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ دلی میں ''شیخ رسا'' ایک مشہور و معروف بزرگ کی مزار شریف تھی۔ حضرت نے ان کے مزار میں چلہ شروع کر دیا۔ وہاں ایک سوکھا درخت تھا۔ میں نے دیکھا کہ دوران چلہ وہ ہرا بھرا ہو گیا۔ چلہ ختم کرنے کے بعد روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا ''شیخ! ایک ہی چلہ میں اس درخت کی کایا پلٹ گئی۔ درخت ہرا ہو گیا مگر میری حالت ذرا بھی نہیں بدلی۔'' ابھی راستہ ہی میں تھا کہ ایک شخص گویا نشہ میں بدمست دیوانہ وار میری طرف آ رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس شرابی سے بچ کر نکل جاؤں مگر میں جدھر جاتا وہ بڑھ کر میرا راستہ روک لیتا۔ آخر کار میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اوٹھائے، اس کی طرف بڑھا اور معانقہ کیا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ اس کا منھ اور سینہ روح پرور خوشبو سے معطر ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ''اے صوفی! تیرے سینے سے محبت حق کی خوشبو آ رہی ہے'' یہ کہہ کر وہ بدمست غائب ہو گیا۔ (بحوالہ محبوب الٰہی، ص، ۱۲۶)

اس کے بعد محبوب الٰہی لذت وحصول دنیا کو چھوڑ، رضائے الٰہی کی راہ پر چل پڑے۔ اب مولانا نظام الدین بحاث اور محفل شکن کے علمی قلعہ مسمار ہو چکا تھا اور علم و عرفان کے قصر الٰہی کا دروازہ کھلنے لگا۔ ایک دن علی الصباح جامع مسجد سے اذان شروع ہوئی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، مؤذن نے اذان کے بعد بڑے ہی خوش الحانی سے یہ آیت پڑھی أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ۔ محبوب الٰہی نے یہ آیت کریمہ سنی۔ یہ آیت ربانی تھی جو دل و دماغ کو منور کر گئی پھر شیخ الشیوخ بابا فرید الدین کی زیارت کا شوق موجزن ہوا تو، اجودھن، جو اُس وقت شیخ کا مرکز علم و معرفت و طریقت تھا، پہنچے۔

حضرت شیخ الشیوخ کی عمر ۹۰ سال ہو چکی تھی۔ بڑھاپے میں ہر بوڑھے کو اِس بات کی فکر لاحق ہوتی ہے کہ میں نے جو کچھ کمایا، اس کا کوئی حقیقی وارث ہو، اس علمی روحانی وراثت کی نہ صرف حفاظت کرے بلکہ لوگوں تک پہنچائے، علماء و اولیائے کاملین انبیاء کے حقیقی وارث ہوتے ہیں، جن کا مقصد جہاں بینی و جہاں بانی کے ساتھ پیغام ربانی کو خلق ربانی تک پہنچانا ہوتا ہے۔

شیخ کی ملاقات: معمولات کے مطابق بعد نماز ظہر حضرت بابا فرید الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے حجرہ کا دوازہ ہر خاص و عام کے لئے کھول دیا جاتا، مگر آج صرف حجرے کا دروازہ نہیں کھلا بلکہ شیخ کے قلب روحانی کا دروازہ بھی کھلا، کسی شہزادے کے آنے کا منتظر تھا، بار بار نگاہِ بے قرار کسی شہزادے کے دیدار کو اُٹھ رہی تھی۔ بالآخر آرزوؤں، تمناؤں کا ۲۰ سالہ شہزادۂ روحانی، خراما خراما وفورِ شوق سے قدم لغزیدہ لغزیدہ کبھی بڑھتے کبھی رک جاتے۔ کہاں شیخ کبیر کہاں گرد آلود طفل مکتب۔ کہاں کشورِ طریقت کے شہنشاہ عالی کا دربار دُربار، کہاں پھٹے پرانے پیوستہ لباس عصیاں و گریاں سے گرد آلود جسم و جاں علم و دنیا کا پلندہ۔ ایسی کشمکش کبھی دل دھڑکتا کبھی تھم جاتا مگر مقناطیس لوہے کو ہی کھینچتا ہے، لکڑی پتھر کو نہیں۔ بالآخر قدم بڑھے، حجرۂ معرفت میں لرزیدہ لرزیدہ قدم رکھا سلام عرض کیا پھر نظریں دو چار ہوئیں۔ آہا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہاں خراب کردہ

ترجمہ: تیری جدائی کی آگ نے دل کو کباب کر دیا اور تیری ملاقات کے اشتیاق میں جاں کو تباہ کر ڈالا۔ اللہ اللہ کیا کیفیت رہی ہوگی، دو تڑپتے دلوں کی۔ آنکھوں آنکھوں ہی سے جام طریقت و معرفت پلا کر منور و مجلی کر دیا ہوگا۔ ع تم نے خرید کے مجھے انمول کر دیا

اب صرف رسم بیعت رہ گئی درخواست پیش ہوئی جو منظور کر لی گئی۔

طریقۂ بیعت: پہلے سورہ فاتحہ پڑھوائی پھر سورۂ اخلاص پھر اس کے بعد آمَنَ الرَّسُولُ إِلَىٰ آخِرِهٖ اس کے بعد شهد الله انه لا اله الا الله لا اله الا هو، تا، إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ تلاوت کرائی اور فرمایا کہو:

''میں نے اس فقیر (حضرت بابا فرید گنج شکر) اور اس کے خواجگان اور حضرت رسول خدا کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ اور پیر اور آنکھوں کو محفوظ رکھوں گا اور شریعت کا پابند رہوں گا۔''

حضرت نظام الدین نے یہ الفاظ دہرائے تو بابا صاحب نے قینچی دے کر اُن کے بالوں کی ایک لٹ داہنی طرف سے کاٹ دی اور اپنا کرتا

اپنے ہی ہاتھ سے پہنایا۔ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَّالعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اس کے بعد حاضرین سے فرمایا ''آج میں نے ایک ایسا درخت لگایا ہے جس کے سائے میں بہت سی خلق خدا آرام پائے گی'' پھر وصیت فرمائی:

(۱) جو اِس فقیر کا مرید ہوا اُس سے قرض نہیں لینا چاہئے۔ (۲) اپنے دشمنوں کو خوش کرنا چاہئے۔ (۳) اور حقدار کو اُس کا حق دینا چاہئے۔

معمول یہ تھا کہ عام مریدوں کے لئے خانقاہ میں بوریہ بستر مگر آپ کے لئے خادم نے چار پائی بچھائی تو آپ کو اس پر سونے سے تردد ہوا کہ اس سے بڑے بڑے علماء و مریدین زمین پر لیٹیں اور حقیر فقیر چار پائی پر۔ جب خانقاہ کے منتظم شیخ بدرالدین کو اس کی اطلاع ہوئی تو محبوب الٰہی سے کہا، اپنے دل کی کروگے یا اپنے شیخ کا حکم مانوگے؟ کہا شیخ کا حکم مانوں گا۔ شیخ بدرالدین نے کہا کہ جاؤ چار پائی پر سوجاؤ۔ یہ مرتبہ ولایت محبوب الٰہی کو خانقاہ میں پہنچتے ہی مل گیا پھر ریاضت ومجاہدہ کا دور شروع ہوگیا۔ جماعت خانہ میں کبھی فراغت، کبھی فقرو فاقہ کا ماحول رہتا، کبھی فتوحات کے دوازے بند ہوجاتے تو شیخ جمال الدین ہانسوی جنگل سے لکڑیاں اور ویلہ لاتے (ایک پھل جس کو سرکہ نمک ملاکر اور کبھی شوربہ بناکر کھایا جاتا) غرض مختلف خدام کے الگ الگ کام تھے جو، اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے ذمہ ویلہ کا شوربہ پکانے کی ذمے داری تھی۔ ایک دن باورچی خانہ میں نمک نہیں تھا، سوچا کہ بغیر نمک کے شوربہ بدمزہ ہوگا۔ بقال کے یہاں سے ادھار نمک لاکر شوربہ تیار کیا۔ جب دسترخان لگا، سبھی لوگ دسترخان پر بیٹھے اور شیخ الشیوخ بابا فریدالدین نے شوربہ میں لقمہ ڈالا تو ہاتھ بوجھل ہوگیا۔ فرمایا ''از یں بوئے اسراف می آید'' اس سے فضول خرچی کی بو آرہی ہے۔ نظام الدین! کیا معاملہ ہے؟ محبوب الٰہی لرزہ براندام ہوگئے، چوری پکڑی گئی اوراعترف جرم کیا۔ حضور! نمک قرض لایا ہوں۔ فرمایا

''فقیر کو فاقہ سے موت آجائے تو یہ بہتر ہے یا لذت نفسانی کے لئے وہ مقروض ہوں اور قیامت کے دن بارِ قرض سے اس کی گردن جھکی ہو۔''

یہ عظیم نصیحت وتربیت تھی۔ یہ نصیحت آموز واقعہ نہ صرف محبوب الٰہی کے لئے بلکہ سبھی مریدوں کے لئے باعث عبرت ونصیحت تھا۔ اس کے بعد محبوب الٰہی نے عہد کرلیا کہ مرجاؤں گا لیکن کبھی قرض نہیں لوں گا۔ مردِ صادق کے دلی ارادے کا کشف، شیخ الشیوخ کو ہوگیا۔ جس کنبل پر بیٹھے تھے محبوب الٰہی کو عنایت فرمایا ''لے جاؤ اِسے اب تمہیں کسی قرض کی ضرورت نہیں پڑے گے۔'' یہ تھا بزرگوں کا ریاضت ومجاہدہ، فقرو فاقہ، صبرو استقامت، جس سے ولایت کے منزل اعلیٰ پر فائز ہوئے اور آج تک محبوب الٰہی کے فیض کا دربارِ دُربار کا دریا جاری وساری ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سی پریشانی پر صبر وشکر نہیں کرتے، فقر و فاقہ تو بہت دور کی بات ہے۔ اپنی وسعت سے کہیں زیادہ اسراف ہوں۔ ذرا سی فارغ البالی پر حد سے زیادہ عیش وعشرت کی وجہ سے آج ہم ذہنی وجسمانی معاصی ومعاشرتی مسائل سے دوچار ہیں۔ بزرگوں سے عقیدت کے بلند بانگ دعوے کرنے اور نعرہ لگانے میں سب سے آگے اور صرف قبروں کے گرد چکر لگانا، فلاح ونجات سمجھتے ہیں مگر بزرگوں کے معمولات وعمل اور ملفوظات کو حرز جاں نہیں بناتے۔ ایک دوبار مزارات پر حاضری دی، بذرگوں کی خدمت میں دور چار دن گزارے، ہوگئے ولایت ومنازل ولایت کے خواب پریشاں میں غرق جب کہ حضرت محبوب الٰہی مادرزاد ہی والی تھے اور جب شیخ کی بارگاہ میں پہنچے تو ریاضت ومجاہدہ اور فقرو فاقہ کے مشقت سے گزرنا پڑا جب کہ پہلے بھی محبوب الٰہی تھے آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ کیسے کیسے بادشاہوں کے سرچوکھٹ پر سرنگوں ہوئے، کیسے دُکھیاروں کے دردمند چارساز ہوئے، کتنوں کو ولایت کے منازل طے کرائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزگوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحق اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔ آمین

☆☆☆

☆ برکات نگر کریم الدین پور، قصبہ گھوسی، ضلع مئو (یوپی)

خراج عقیدت بموقع عرس مبارک

حضرت سید ابراہیم قادری ایرجی ثم دہلوی

محمد عارف رضا اشفاقی★

سید السادات منبع البرکات حضرت سید سرکار ابراہیم قادری ایرجی ثم دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان عالم اسلام کی عبقری شخصیات میں سے ہوئے ہیں جن کی بارگاہ ولایت سے بے شمار علماء ومشائخ نے اکتساب فیض فرمایا۔آپ کا وطن ''ایرج'' ہے، اِس وقت یہ ضلع جھانسی میں واقع ہے۔قصبہ ایرج ہر دور میں علماء ومشائخ کی آماج گاہ رہا ہے۔حضرت یوسف بدھ ایرجی، حضرت اختیار الدین عمر ایرجی چشتی نظامی جیسی نابغۂ روزگار شخصیات کا تعلق بھی اسی پاک سرزمین سے ہے۔حضرت سید ابراہیم ایرجی کا بچپن، جوانی قصبہ ایرج میں ہی گزرا۔۹۲۰ھ میں وارد مدینۃ الاولیاء دہلی شریف ہوئے۔آپ حضرت سید عبد الرزاق بن سید شیخ عبد القادر جیلانی کی نسل پاک سے ہیں۔سلسلہ نسب آپ کا جس قدر کتب تاریخ میں ملتا ہے یہ ہے ''سید ابراہیم ایرجی بن سید معین بن سید عبد القادر بن سید مرتضیٰ حسنی القادری'' (انفاس العارفین، فارسی ص ۱۶۵)

علامۃ الدہر شیخ علیم الدین محدث سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں سرتاج اولیاء حضرت شیخ بہاء الدین انصاری دولت آبادی سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔مرشد برحق کے زیر سایہ رہ کر آپ نے منازل سلوک طے فرمائے، آپ کے مرشد پاک نے آپ کی خاطر ''رسالہ شطاریہ'' تصنیف فرمایا۔آپ کی عبقریت کا آپ کے معاصرین نے برملا اعتراف کیا۔حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں:

''الحق درزمان او ہیچ کس بدانش او بنود۔'' ص ۲۳۹)

ہندو پاک ہی نہیں عالم اسلام میں اکثر قادری خانقاہیں آپ کے فیضان سے مالا مال نظر آتی ہیں۔اکابرین وقت آپ کی غلامی پر فخر کرتے دِکھائی دیتے ہیں۔آپ کے معروف خلفاء کی فہرست درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ رکن الدین بن عبد القدوس گنگوہی (متوفی ۴ شوال ۹۸۳ھ) (۲) حضرت شیخ عبد العزیز حسن دہلوی المعروف شکر بار (ولادت ۹۰۷ھ ۴ جمادی الآخرہ ۹۷۵ھ) (۳) حضرت شیخ نظام الدین المعروف مخدوم بھیکاری (ولادت ۸۹۰ھ/ ۸ ذوقعدہ ۹۸۱ھ) (۴) حضرت شیخ عبد اللہ دہلوی (۵) حضرت بندگی شیخ پیارے بن شیخ الاسلام شیخ چاند (۶) حضرت شیخ میاں لاون (۷) حضرت شیخ عبد القادر صابون گر، علیہم الرحمۃ والرضوان۔

حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی علیہ الرحمہ حضرت شیخ عبد الاحد سرہندی (والد ماجد مجدد الف ثانی) کے مرشد ہیں۔سلسلہ قادریہ ابراہیمیہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو اپنے والد گرامی وقار کے ذریعہ سے پہنچا۔حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مرشد برحق حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے حضرت قطب عالم بن شیخ عبد العزیز شکر بار کے مزار پاک پر ایک مدت تک جاروب کشی فرمائی اور اویسی طریقے پر کسب فیض فرمایا۔حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو حضرت مولانا عبد الرشید ملتانی (مرید وخلیفہ حضرت نظام الدین مخدوم بھیکاری قادری ابراہیمی) سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شاہ عبد العزیز کے بارے میں اپنی تصنیف انفاس العارفین میں تحریر فرماتے ہیں:

''درخدمت سید ابراہیم ایرجی مدتے استفادہ علوم تصوف کردو خرقہ قادریہ پوشید، وسید ابراہیم ایرجی درفنون علم کامل بود وبرکات اکثر خانوادہا جمع کردہ بود۔اما نسبت قادریہ بروے غلبہ داشت وخرقہ قادریہ از شیخ بہاء الدین قادری پوشید۔'' (ص ۱۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''مجموعہ شیخ یحییٰ جنیدی'' سے حضرت شیخ عبد العزیز شکر بار علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ سلسلہ قادریہ ابراہیمیہ ''انفاس العارفین'' میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الحمد للہ الذی ھدانا الی سبیل الرشاد وامرنا باتباع الحق والسواد والصلوٰۃ علی نبیہ محمد و آلہ اولی الولایۃ و الارشاد وصحبہ الاکرمین الاکملین الامجاد وبعد فیقول السید تراب

اقدام خدام اهل بیت للنبی علیه الصلوٰۃ والسلام۔ ذرۂ ناچیز عبد العزیز بن حسن بصرہ اللہ بعیوب نفسه و جعل یومه خیراً مِنْ امه ان الاخ الاعز الاکرم العالم العامل افتخار الافاضل و الاکامل سلالة الاولیاء قدوة الاصفیاء شیخ یحییٰ بن شیخ معین الدین خالدی جعله اللہ تعالیٰ من اهل صفوته واصطفاه و لخلوص محبته و کمال معرفته لما شرفنا بشرف حضوره وصحبته و تقرر لدی رسوخ اعتقاده و محبة عقدت معه عقد الاخوة الدینیة والبتة خرقة المشائخ الصوفیة قدس اللہ تعالیٰ ارواحهم ونورا اشباحهم و انا لبستها بطریق الارشاد والوکالة و النیابة و الاجازة والخلافة من شیخی ومرشدی و مخدومی و سیدی وسندی سید السادات منبع السادات سید ابراهیم بن معین بن عبد القادر بن مرتضیٰ الحسنی القادری سلمه اللہ تعالیٰ وشیخی ومرشدی المشار الیه لیس من شیخه ومرشده ابی البرکات بها الملة والدین ابراهیم الانصاری القادری افاض اللہ علینا شآبیب ومرشده المشار الیه لیس من شیخه السید السند قطب الوقت ابی العباس احمد ب حسن الجلیلی الغربی الشافعی وهو مِن ابیه السید السند الشریف السید حسن وهو من ابیه السید شریف موسیٰ وهو من ابیه السید السند الشریف علی وهو من ابیه السید السند الشریف محمد ومن هو ابیه السید الشریف حسن وهو من ابیه السید الشریف محمد صلوا حمدوهو من ابیه السید الشریف محی الدین ابی نصر وهو من ابیه السید الشریف ابی صالح وهو من ابیه السید الشریف عبد الرزاق وهو من ابیه القطب الربانی والغوث الصمدانی محی الملة والدین ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی وهو من شیخه أبی سعید علی المخرمی وهو من شیخه الاسلام ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الهکاری وهو من الشیخ ابی الفرح یوسف الطرسری وهو من الشیخ عبد الواحد بن عبد العزیز الیمنی وهو من ابی بکر الشبلی وهو من سید الطائفة جنید البغدادی وهو من سری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من ابی سلیمان داؤد بن نصر الطائی وهو من الامام علی بن موسی الرضیٰ وهو اخذ العلم والادب من والده الامام موسیٰ الکاظم وهو من والده الامام جعفر الصادق وهو من والده الامام محمد الباقر وهو من والده الامام زین العابدین وهو من والده الامام حسین وهو من والده الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنهم وهو من سید المرسلین وخاتم النبیین حبیب رب العالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیه وآله وصحبه الطیبین الطاهرین وهو قال اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ (انتهیٰ کلامهٗ)

حضرت شیخ عبد العزیز کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نجم الحق چشتی قادری ہوئے ہیں جن کا مزارِ پاک سہنہ میوات ضلع گڑگاؤں میں جامع مسجد نجم الحق وخانقاہ شریف کے درمیان صحن میں واقع ہے۔آج اِس مسجد وخانقاہ میں ایک اسکول چل رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سے ہی اُس پر غیروں کا قبضہ ہے۔ایک دور وہ تھا کہ بادشاہ اکبر بھی ان کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتا تھا جب کہ شاہ عبد العزیز شکر بار کے فرزند قطب عالم اور پوتے خواجہ محمد رفیع نے اِس خانقاہ میں آپ سے تصوف کا درس حاصل کیا تھا۔خدا کرے رونق رفتہ پھر آئے۔

حضرت سید ابراہیم ایرجی کے مرید وخلیفہ حضرت شیخ نظام الدین مخدوم بھیکاری کے ذریعہ سلسلہ قادریہ ابراہیمیہ چہار دانگ عالم میں پھیلا۔حضرت مخدوم بھکاری بادشاہ کے درج ذیل مشہور خلفاء ہوئے:

(۱) حضرت شیخ عبد اللہ خلف مخدوم بھکاری (۲) حضرت قاضی ضیاء الدین عرف جیاء (۳) حضرت ملا عبد الرشید مصنف زاد الآخرت (۴) حضرت میر شرف الدین شکار پوری (۵) حضرت شیخ محمد خورجوی (۶) حضرت شیخ بدیع الدین مانک پوری (۷) حضرت مولانا نصر الدین سنبھلی (۸) حضرت محب اللہ خیر آبادی (۹) حضرت مرزا شمس الدین خاں کوکا (۱۰) حضرت ملا عبد الکریم نبیرہ حضرت مخدوم بھیکاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت قاضی ضیاء الدین جیاء (متوفی ۲۱ رجب ۹۸۹ھ، مزار شریف قصبہ نیوتن ضلع ،اناؤ۔یوپی کے مرید وخلیفہ حضرت سید جمال الاولیاء کوڑوی (ولادت ۹۷۳ھ وصال شب عید الفطر ۱۰۴۰ھ، مزار پاک قصبہ کوڑا جہاں آباد ضلع فتح پور) کے درج ذیل خلفاء کے ذریعہ سلسلہ قادریہ ابراہیمیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا:

(۱) حضرت میر سید محمد بن ابوسعید کالپوی (۲) حضرت شیخ یٰسین بن احمد بنارسی (۳) حضرت شیخ محمد رشید بن جمال محمد مصطفیٰ جونپوری (بانی سلسلہ عالیہ رشیدیہ۔ آپ کے سلسلہ میں بھی سلسلہ عالیہ قادریہ ابراہیمیہ جاری ہے۔(۴) حضرت شیخ لطف اللہ کوڑوی (آپ ملا احمد جیون کے استاذ ہیں اور ملا احمد جیون مجددِ وقت عالمگیر بادشاہ کے استاذ ہیں) (۵) حضرت مخدوم جنید ثانی پھلواروی (ولادت ۱۰۰۷ھ وصال:۱۹ جمادی الآخرہ ۱۰۷۳ھ) آپ کے ذریعہ پھلواری شریف میں آج بھی سلسلہ قادریہ ابراہیمیہ جمالیہ جاری ہے۔رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

قطب اکمل حضرت میر سید محمد ترمذی قادری کالپوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے ذریعہ آج درج ذیل خلفائے کرام کے واسطے بھی سلسلہ ابراہیمیہ قادریہ جاری ہوا(۱) حضرت میر سید احمد ترمذی فرزند حضرت میر سید ترمذی کالپوی (۲) حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی (۳) حضرت عاشق محمد قادری (۴) حضرت حاجی جنید قادری (۵) حضرت شیخ عبدالحکیم موہانی (۶) حضرت شیخ کمال افسری (۷) حضرت شیخ عبد المومن اکبر آبادی (۸) حضرت میر محمد وارث نظام آبادی (۹) حضرت شیخ کمال کراکتی (۱۰) حضرت حاجی ولی محمد قادری (۱۱) حضرت سید مظفر قادری (۱۲) حضرت حافظ ضیاء اللہ بلگرامی (۱۳) حضرت سید جمال محمد گوالیاری (۱۴) حضرت شیخ عبدالحفیظ بلگرامی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

کالپی شریف سے سلسلہ ابراہیمیہ قادریہ ،بلگرام شریف، مارہرہ شریف، مسولی شریف، الہ آباد شریف پہنچا۔مارہرہ شریف میں سید شاہ ابو البرکات اور آپ کی اولادِ پاک وخلفائے کرام ذریعہ سلسلہ ابراہیمیہ چہار جانب پہنچا۔ مارہرہ شریف سے ہی کے یہ سلسلہ بریلی شریف، بدایوں شریف کچھوچھہ شریف وغیرہ پہنچا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ومشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ بدایوں شریف کے ذریعہ سلسلہ ابراہیمیہ عالم اسلام میں معروف ہوا۔حضرت شیخ افضل الہ آبادی (جن کی خانقاہ کو دورِ حاضر میں دائرہ شاہ اجمل کے نام سے جانا جاتا ہے) اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ بھی سلسلہ ابراہیمیہ کو شہرت حاصل ہوئی۔

الہ آباد شریف سے بلادِ ہند کے علاوہ ایک سلسلہ لکھنؤ، رُہتک، مہم اور یہاں سے سوندھ شریف میوات حضرت قطب عالم میاں راج شاہ سوندھوی (متوفی ۸ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ) تک پہنچا اور آپ کے ذریعہ ہندو بیرون ہند میں سلسلہ عالیہ ابراہیمیہ عام ہوا۔بانی دارالعلوم دیوبند حاجی سید عابد حسین واعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی وحضرت غازی الدین بھرت پوری آپ کے نامور خلفاء ہوئے ہیں۔آپ کے فرزند حضرت مولانا عبداللہ شاہ قادری سوندھوی اپنے وقت کے مجدد ہوئے ہیں۔

حضرت سید سرکار ابراہیم ایرجی علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیضان کرم جن خانقاہوں پر برس رہا ہے،ان کا یہ مختصر سا تعارف تھا۔اگر تشریح کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔بہر کیف حضرت سلسلہ عالیہ قادریہ ابراہیمیہ کے ہندوستان میں پہلے شیخ حضرت شیخ بہاء الدین قادری شطاری ہیں اور دوسرے شیخ حضرت سید ابراہیم ایرجی ہیں۔ان سے اوپر کے تمام حضرات شیوخ کے مزارات بیرون ہند فائض الانوار ہیں۔حضرت سید ابراہیم ایرجی کی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں گزری۔دہلی شریف میں ہی بعہد اسلام شاہ ۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ مطابق ۱۵۳۲ء واصل بحق ہوئے۔ مزار پاک درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں حضرت امیر خسرو کے ٹھیک بائیں جانب میں یا حجرہ شریف میں مرجع خلائق ہے۔عرس پاک آپ کا ہر سال ۵ ربیع الآخر کو بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں کافی تعداد میں علما ومشائخ شرکت فرماتے ہیں۔اللہ رب العزت فیضان سید ابراہیم ایرجی علیہ الرحمہ سے ہمیں مالا مال فرمائے۔آمین

یادِ رفتگاں

حضرت سید محمد اکمل اجملی الہ آبادی۔تعارف وتذکرہ

پروفیسر سید سراج اجملی★

شمالی ہند کی مشہور خانقاہ اور برصغیر کے عظیم مرکز تصوف وعلم دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کے سجادہ نشین سید محمد اکمل اجملی کی ولادت دائرہ شاہ اجمل میں گیارہ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل کے خانۂ مبارک موسوم بہ محل میں ہوئی۔آپ کی والدہ امتہ الحبیب سہروردی بانو بیگم عرف نیرّہ بی بی دائرہ شاہ اجمل کے سابق سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی علیہ الرحمہ کی پوتی (آپ کے شہید بیٹے سید محمد اجمل کی بیٹی) تھیں۔

سید محمد اکمل اجملی کی پرورش وپرداخت اور تربیت دائرہ شاہ اجمل کے خالص علم پرور اور انسان دوست ماحول میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم خانقاہ میں ہی ہوئی اس کے بعد آپ نے یادگار حسینی اسکول (اب انٹر کالج) سے دسویں اور مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج سے انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی۔دوران تعلیم مجیدیہ اسلامیہ کالج کے طلبا کی نمائندگی مختلف تقریری اور تحریری مقابلوں میں فرمائی۔اِس حوالے سے بطورِ خاص گورکھپور کے میاں صاحب جارج اسلامیہ کالج میں سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق تقریری مقابلے میں کامیابی اور سیرۃ النبی شیلڈ کی حصولیابی کا ذکر خود حضرت بہت لطف کے کے ساتھ فرماتے۔

مجیدیہ اسلامیہ کالج سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی میں داخلہ لیا بی۔اے اور ایم۔اے (فارسی) امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ایم۔اے میں پوری یونیورسٹی میں اول آنے پر ''چنتامنی گھوش پوری'' طلائی تمغہ حاصل کیا اور پی ایچ۔ڈی میں داخلہ لیا جس میں یو جی سی اسکالر شپ بھی حاصل کیا (جو اُن دنوں بہت مشکل سے صرف ٹاپرس کو ہی ملتا تھا) پی ایچ۔ڈی میں سید محمد اکمل اجملی کا موضوع ''الہ آباد کے علماء کی فارسی ادب میں خدمات'' تھا،نگراں معروف اسکالر پروفیسر محمد رفیق تھے۔بہت سے ناگزیر اور کسی حد تک ناقابل ذکر اسباب کی بنا پر تحقیقی مقالہ مکمل نہیں ہو پایا لیکن آپ کا رتبۂ علم وہ کہ الہ آباد کی ادبی تہذیبی اور تصوف سے متعلق تاریخ کے بارے میں حوالے کی حیثیت رکھتے۔متعدد اسکالرس نے آپ کے تعاون سے صوفیائے الہ آباد اور علماو ادبائے الہ آباد کے بارے میں تحقیقی مقالات اور مضامین لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری اور دوسرے اعزازات حاصل کیے۔اس طرح کے اسکالرس میں پروفیسر اختر مہدی (تحقیقی مقالہ۔شاہ اجمل الہ آبادی وادب فارسی مطبوعہ ایران) ڈاکٹر اسلم الہ آبادی (تحقیقی مقالہ۔الہ آباد کے صوفیا کی ادبی خدمات مطبوعہ الہ آباد) اور ڈاکٹر اشوک کمار چڑجی (پی جی کالج غازی پور میں تاریخ کے پروفیسر (کا دائرہ شاہ اجمل الہ آباد سے متعلق تحقیقی مقالہ'' دائرہ شاہ اجمل'' کے عنوان سے بذبان ہندی) سردست یاد آ گئے۔

آپ کی تحریریں برصغیر کے اکثر علمی وادبی رسائل وجرائد میں بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے آپ کے انتقال (۲۰۰۵) تک مسلسل شائع ہوتی رہیں جن میں نظم ونثر اور تحقیق وتنقید سبھی شامل ہیں۔آپ کے قابل ذکر نثری کارناموں میں تذکرۂ سراج منیر (غیر مطبوعہ تذکرہ سجادہ نشینان دائرہ شاہ اجمل) نقش دوام (سیرۃ وسوانح حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ) (۱۹۸۷) اور قطب الاولیاء (حضرت میر سید محمد کالپوی کے حالات) مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔اس کے علاوہ منظومات اور سیرت پاک سے متعلق ترتیب وتالیف کے نمونوں میں باغ عشرت ۱۹۷۳،زادِ سفر،والنجم اور النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) (۱۹۸۰ کے آس پاس کی اشاعتیں) موجود ہیں۔

سید محمد اکمل اجملی دائرہ شاہ اجمل کے علمی وارث کی حیثیت سے تشنگان علم وادب کی سیری وسیرابی کے لئے اپنے والد کی حیات ظاہری سے ہی مستعد تھے،آپ کے انتقال کے بعد اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سید محمد افضل اجملی (۱۹۹۷۔۱۹۴۸ء) کو مسند سجادگی پر بیٹھا یا اور خود خدمت علم وادب وتصوف میں حسب سابق مصروف رہے۔حضرت مولانا سید افضل اجملی (موجودہ سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل سید حسین نجم الثاقب اجملی کے والد) کی عین جوانی میں ۴۸ سال کی عمر میں رحلت (۱۹۹۷ء) کے بعد آپ کو مسند سجادگی بھی سنبھالنی پڑی۔۱۹۹۷ء سے

۲۰۰۵ء تک ۸ سال آپ دائرے کے سجادہ نشین رہے۔اس دوران میں مریدین کے علاقے میں متعدد رفاحی خدمات انجام دیں بطورِخاص غازی پور ضلع کے موضع مہیند میں دارالعلوم جنیدیہ اجملیہ قائم کیا جہاں بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے اور مقیم طلبہ کے لئے دارالاقامہ اور مطبخ کا معقول نظم ہے۔

بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں جدید شاعری کے حوالے سے اکمل اجملی، الہ آباد کے جدید شعرا میں ممتاز مقام کے حامل رہے''ہفت طبق''، کے نام سے غزلوں کا مجموعہ اور''نقش ہائے رنگ رنگ'' کے عنوان سے نظموں کا مجموعہ منتظر اشاعت ہے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد تقدیسی شاعری پر خصوصی توجہ فرمائی اور نعتیہ و منقبتی قصائد کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا۔سید محمد اکمل اجملی کا اِس حوالے سے سب سے فقید المثال کارنامہ سیرت پاک سے متعلق ۱۷۵ بندوں پر مشتمل مسدس بعنوان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے جو منظر اشاعت ہے۔اس طویل نظم میں ۵۷۱ء سنہ ولادت پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے مسدس کے ۱۷۵/بند، حضرت سید محمد اکمل اجملی کی قادرالکلامی اور زودگوئی کی بین مثال ہیں۔

دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کی سجادگی کے ساتھ ساتھ گذشتہ تین پشتوں سے یہ خاندان غازی پور کے آستانۂ جنیدیہ قادریہ اور سکندر پور ضلع بلیا کی درگاہ حضرت سید شاہ ولی قادری کے سجادوں پر بھی متمکن ہے یعنی حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی (ف ۱۹۱۸ء) حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی (ف ۱۹۸۷ء) حضرت مولانا سید محمد افضل اجملی (ف ۱۹۹۷ء) کے بعد آپ (حضرت سید محمد اکمل اجملی) ۲۰۰۵ء تک ان تینوں خانقاہوں کے صاحب سجادہ رہے (اور اب اُن سجادوں پر حضرت کے بھتیجے اور سابق سجادہ نشین سید محمد افضل اجملی کے بیٹے سید حسین نجم الثاقب اجملی متمکن ہیں) ۱۴۲۶ھ کی ۱۹ویں شعبان ۲۴/ستمبر ۲۰۰۵ء کو دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کا یہ نیر تاباں خاک پاک دائرہ شاہ اجمل میں غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔☆☆

☆ پروفیسر اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔اتر پردیش (بھارت)

پیش کش: قاضی محمد مظفر حسنین برکاتی (رومی) گورکھپور

تعزیت نامہ

۷۸۶ ۹۲

دادرس فریادرس روشن ضمیر شاہ مولانا شرافت دستگیر

خداری اویسی، مہمان نوازی عربی، شفقت ثقلینی، رئیس القلم، مضمون نگار، تصوف تحریر، فرماں بردار وجاں نثار والدین، درسِ تعظیم عوام الناس، میاں حضور کے بعد اقربا میں ہر دل عزیز، مساجد و مدارس خانقاہ شریف میں دست درازی، راغب مرشد، میاں حضور کے مریدین سے گفتار حسن اخلاق، میاں حضور کے منظورِ نظر، نظر فراست، قول میزانی، تبسم لب، سلام پہل، رفتارِ مجاہدانہ، اخلاقِ کریمانہ، اندازِ صوفیانہ، باریش باوقار، میاں حضور کے قلب رفیق، قبلہ و کعبہ الشاہ الحاج دادا پیر علیہ الرحمہ کی خانقاہ شریف میں میاں حضور کے حکم کے تحت خدمت گزار۔ مخدوم گرامی وقار محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب الحاج ممتاز میاں ثقلینی صاحب المعروف بڑے حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سرپرست شاہ ثقلینی اکیڈمی آف انڈیا بریلی شریف حسب ذیل تاریخ میں دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔ حیات زندگی سفر آخرت میں منتقل ہوگئی۔ ہر عقیدت مند کی چشم نم اور قلب عقیدت کو غم زدہ کر گئے۔ مزار مقدس بر مقام کگرالہ شریف ضلع بدایوں شریف۔ تاریخ وصال شریف: ۹صفر ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ ۱۷ستمبر ۲۰۲۱ء۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے ایام میں افضل اس ایام کی تعریف فرمائی ہے۔

منجانب: کابینۂ حضرات مدرسہ غوث الثقلین مہند ہدف، شاہجہاں پور (یوپی) (الہند) 961680591

دعائے مغفرت کی درخواست

۱۵، اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز جمعہ شب میں بارہ بجے کے قریب سیکٹر ۴۸ فرید آباد ہریانہ میں دوشیزہ شاہین فاطمہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔ دوسرے دن اہل خانہ میت کو لے کر ایمبولینس کے ذریعے آبائی وطن ٹکولی تھانہ رونی سید پور ضلع سیتامڑھی (بہار) پہنچے جہاں مقامی قبرستان میں تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے بعد تدفین ہوئی۔ شہزادۂ شیر بہار مفتی احسن القادری مقصود پوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحومہ شاہین فاطمہ کی عمر ۲۱ سال کے قریب رہی ہوگی لیکن گردن میں ٹیومر ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آپریشن سے پہلے ہی وہ اللہ کو پیاری ہوگئی۔ دہلی میں سلسلہ عالیہ رضویہ قادریہ برکاتیہ کے بزرگ حضرت سید ابراہیم قادری ایر جی کا عرس مبارک پابندی سے منانے والے جناب نیاز احمد قادری صاحب کی بیٹی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کرے اور مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

آخری قسط

پس منظر

لفظ ’’حضرت‘‘ کا معنی ومفہوم اور اُس کا نشیب وفراز

محمد شمشاد حسین رضوی٭

جہاں تک لفظ ’’حضرت‘‘ کی بات ہے۔اس کی بھی تاریخ رہی ہے اور اس کا بھی اعلی مزاج رہا ہے۔جہاں اس نے بلندی دیکھی ہے وہیں اس نے دور حاضر میں ایسا منظر دیکھا ہے اور اب بھی دیکھ رہا ہے وہ کسی داستان غم واندوہ سے کم نہیں۔اس کے اس المیہ کو دیکھ کر نہ صرف افسوس ہوتا ہے بلکہ آٹھ آٹھ آنسو رُلاتا ہے اور کلیجہ منھ کو آتا ہے۔لفظ ’’حضرت‘‘ کی تاریخ بھی سنہری رہی ہے۔

(ا) ایک وہ دور تھا جب لفظ ’’حضرت‘‘ پاکیزہ، تقدس مآب، بے نیاز اور کمال استغنا کی صفت رکھتا تھا۔اس کا استعمال بہت کچھ سوچ سمجھ کر کیا جاتا تھا بلکہ ہمیشہ دل میں یہ خوف رہا کرتا تھا کہ کہیں اس کے استعمال سے کوئی سوئے ادبی سرزد نہ ہوجائے۔اسی لئے ہمارے بہت سے اسلاف نے اور بہت سے بزرگوں نے حق تعالی کی ذات بے نیاز کے لئے اس کا استعمال کیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ’’حضرت حق تعالیٰ ’’حضرت جل مجدہ‘‘ وغیرہ۔علم تصوف کی دنیا میں اللہ تعالی کے لئے نہ صرف لفظ ’’حضرت‘‘ کا استعمال کیا گیا ہے بلکہ اس ذات گرامی کے قرب کو بھی ’’حضرت‘‘ سے تعبیر کردی گئی ہے۔یہ وہی قرب ہے جس کے بارے میں سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی کا ارشاد باوقار ہے:ـــ

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خرد کے لالے کسے بتائے کدھر گئے
سراغ این ومتی کہاں تھا نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رُکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنی تدلی کے سلسلے تھے

یہی مقام قرب ہے جس کی شان بے نیازی اِن اشعار میں پیش کی گئی ہے۔یہی وہ قرب ہے جس کو عقل وخرد اور شعور وادراک کے پیمانوں سے جانچا نہیں جاسکتا ہے بلکہ گماں اور وہم کو بھی اس کے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں۔بس اسی قرب کو لفظ ’’حضرت‘‘ سے بیان کیا گیا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور ہوتا ہے اور ایک ولی ایک بندہ مومن کا مقام قرب اور ہوا کرتا ہے مگر یہاں قرب کی جو معنویت ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔اس قرب کے اقسام کو بیان کرتے ہوئے شریف جرجانی تحریر کرتے ہیں:

’’الحضرات الخمس الإلهية حضرة الغيب المطلق و عالمها عالم الأعيان الثابتة فى الحضرة العلمية وفى مقابلتها حضرة الشهادة المطلقة و عالمها عالم الملك و حضرة الغيب المضاف وهى تنقسم إلى ما يكون أقرب منه الغيب المطلق وعالمه عالم الأرواح الجبروتية و حضرة الملكوتية أعنى عالم العقول و النفوس المجردة إلى ما يكون أقرب من الشهادة المطلقة وعالمها عالم المثال و يسمى بعالم الملكوت والخامسة حضرة الجامعة للأربعة المذكورة وعالمها عالم الإنسان الجامع لجميع العوالم وما فيها فعالم الملك مظهر عالم الملكوت وهو عالم المثال المطلق وهو مظهر عالم الجبروت أى عالم المجردات وهو مظهر عالم الأعيان الثابتة وهو مظهر الأسماء الإلهية و الحضرة الواحدية وهى مظهر الحضرة الأحدية۔

ترجمہ: حضرات الٰہیہ پانچ ہیں۔اول: غیب مطلق کا قرب۔اس

کا ''عالم''، ان ''اعیان'' کا ''عالم'' ہوتا ہے جو''علم الٰہی'' میں ثابت ہوا کرتے ہیں۔ دوم: ''شہادت مطلقہ'' کا قرب ہے۔اس کا ''عالم'' عالم ملک ہے۔سوم: ''غیب مضاف کا قرب''، جو''غیب مطلق سے قریب تر'' ہوتا ہے، اس کا ''عالم''، ''ارواح جبروتیہ'' کا''عالم'' ہوتا ہے۔ چہارم: قرب ملکوتی ''عالم عقول ونفوس مجردہ جو''شہادت مطلقہ'' سے قریب تر ہوتا ہے۔اس کا عالم''عالم مثال'' ہے اور جسے عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہوا کرتا ہے۔پنجم: وہ قرب جو''حضرت'' کے چاروں مقامات کا جامع ہو۔اس کا عالم اس انسان کا عالم ہے جو جامع ہے تمام عوالم اور جامع ہے ان تمام چیزوں کا جو اُن عوالم میں پائی جاتی ہیں۔پس ''عالم ملک''، مظہر ملکوت'' ہوتا ہے اور''عالم ملکوت''،مظہر''عالم مثال مطلق'' ہے اور وہ ''عالم جبروت'' کا مظہر ہوتا ہے اور وہ مظہر''عالم اعیان ثابتہ'' ہوتا ہے اور وہ''مظہر اسمائے الٰہیہ اور مظہر''حضرت احدیت'' ہوا کرتا ہے۔

پوری عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کا مقصد علم تصوف کے اسرار ورموز کو بیان کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ لفظ''حضرت'' اس قدر عظیم تر ہے کہ اس کا استعمال حق تعالیٰ اور ذات وحدہ لاشریک کے لئے بھی کیا گیا ہے۔اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ لفظوں کا مزاج بڑا نازک ہوا کرتا ہے۔اس میں''استعدادی صلاحتیں'' بلا کی پائی جاتی ہیں جس کے سایہ تلے الفاظ آتے ہیں اسی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔یہی سبب ہے کہ لفظ جب تک کسی شخصیت سے الگ تھلگ رہتا ہے اس کی حیثیت سادہ کاغذ کی مانند ہوا کرتی ہے اور جب کسی شخصیت کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے رنگ کو فوری طور پر قبول کر لیتا ہے اور اس کی حیثیت لقب کی ہو جاتی ہے یا پھر صفت کی ہو جاتی ہے اور یہ لقب یا یہ صفت اپنے صاحب لقب اور صاحب صفت یعنی موصوف سے اس کا رشتہ اس طرح مستحکم ہو جاتا ہے کہ کبھی موصوف بول کر صفت مراد لی جاتی ہے اور لقب بول کر ملقب مراد لیا جاتا ہے اور کہیں اس کے برعکس ہوا کرتا ہے کہ موصوف بول کر صفت اور صاحب لقب بول کر لقب مراد لیا جاتا ہے۔

جو لوگ زبان وبیان اور فن وادب سے آشنا ہوا کرتے ہیں۔وہ ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔انہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ایسی بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جن میں موصوف یا صاحب لقب کی جگہ صرف صفت اور لقب ہی بولا جاتا ہے اور اس سے مراد موصوف یا صاحب لقب لیا جاتا ہے۔چوں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیازی کے لئے لفظ ''حضرت'' کا استعمال کیا گیا ہے۔لفظ''حضرت'' کو یہاں کس قدر فیض بے مثالی اور شان بے نیازی ملی ہے؟ اس کو کون بیان کرسکتا ہے؟ اگر کوئی پوچھے کہ''حضرت حق'' میں''حضرت'' کا کیا مفہوم ہے اور اس کا کیا معنی ہے؟ تو میں کیا، کوئی بھی بیان نہیں کرسکتا ہے۔اس بارے میں صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ اس مذکورہ مثال میں لفظ''حضرت'' عروج وبلندی کے اس معیار پر کھڑا ہے جس کی بلندی کو ناپنے کے لئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں۔''معنیاتی نظام'' کا یہ ایسا کمال ہے جو بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال اور پاک ومنزہ بھی ہے۔اگر یہاں یہ کہا جائے کہ ''حضرت'' کا معنیٰ''پاک وبے نیاز'' ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اسی لفظ'' حضرت'' کا استعمال فرشتوں میں سے مخصوص فرشتوں مثلاً حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل کے لئے بھی کیا گیا۔جب کوئی ان مخصوص فرشتوں کا نام لیتا ہے یا ان کے اسمائے گرامی تحریر کیا جاتا ہے تو اس طرح لکھتے اور بولتے ہیں: حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل وغیرہ۔بتایا جائے کہ اِن مثالوں میں جو لفظ''حضرت'' ہے اس کا کیا مفہوم نکلتا ہے؟ تو ظاہر سی بات کہ اس کے مفہوم کا تعین ان مخصوص فرشتوں کی منفرد ذات وشخصیت کے تناظر میں ہی کیا جائے گا۔ان کی ذوات قدسیہ سے الگ ہو کر نہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے مفہوم کے تعین میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ فرشتہ معصوم اور نوری ہوا کرتے ہیں لہٰذا اُس کے مفہوم وتعبیر میں اس کا عکس بھی پایا جائے گا۔اس کے مفہوم میں نورانیت اور عصمت بھی شامل ہوگی۔

بات جب اس سے آگے بڑھتی ہے تو اسی لفظ''حضرت'' کا استعمال حضرات انبیائے کرام اور خود سرکار دوعالم ﷺ کے لئے بھی کیا گیا ہے اور کیا بھی جارہا ہے۔لفظ''حضرت'' کس قدر خوش نصیب ہے اور قسمت کا کیسا دھنی ہے کہ اس نے صفت یا لقب بن کر کچھ اِس انداز میں اکتساب نور وضیا کیا ہے کہ خود اس کی ذات اور سراپا کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور اس طرح چمک دمک رہا ہے کہ اس کے سامنے خورشید تاباں بھی سرنگوں ہے۔میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب زمین کا وہ حصہ جو جسم پاک سے ملا ہوا ہے ہمارے علمائے کرام کے نزدیک عرش اعظم سے بھی افضل وبرتر ہے۔جب مٹی ہو کر اُسے اس قدر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے اور''حضرت'' تو ایک لفظ ہے اور اس میں اس قدر صلاحتیں ہیں جو مٹی میں نہیں پائی جاتی ہیں تو پھر اُس کے افضل ترین ہو

نے میں کسی کو کیا شک و تردد ہو سکتا ہے؟ بتائیے اس ''حضرت'' کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نسبت بڑی چیز ہوا کرتی ہے۔ جسم میں روح کا پایا جانا بھی ایک نسبت کے تحت ہوا کرتا ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جو معیارِ حیات و زیست ہے۔ اسی طرح نسبت عروج وارتقا کا باعث بھی ہوا کرتی ہے۔ کرسی سے نسبت ہوتی ہے تو کرسی والا کہلاتا ہے اور گھر سے نسبت ہوتی ہے تو گھر والا کہلاتا ہے اور جب منصب سے نسبت ہو جاتی ہے تو منصب والا کہلاتا ہے۔ چپراسی تو بہر حال چپراسی ہوا کرتا ہے چاہے وہ کسی کا بھی چپراسی ہو مگر ایسا نہیں بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ جس کا چپراسی ہوتا ہے اسی کے تناظر میں اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ جو بات کلکٹر کے چپراسی بننے میں ہوا کرتی ہے اوروں کے چپراسی بننے میں نہیں۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ''حضرت'' کے مفہوم کے تعین میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا استعمال کس کے لئے ہوا ہے اور وہ کس حیثیت کا مالک ہے؟ جیسی اس کی حیثیت ہوگی اسی کے تناظر میں لفظ ''حضرت'' کے معنی ومفہوم کا تعین کیا جائے گا۔۔ ہر جگہ اس سے ایک ہی مفہوم مراد لینا اصل اور انصاف و دیانت کے بھی خلاف ہے۔ افراد و اشخاص کے بدلتے تناظر میں اگر لفظ ''حضرت'' کے معنی ومفہوم میں تغیر و تبدل کا نظریہ نہ مانا جائے تو یہ الفاظ جامد ہو جائیں گے، ساکت و خاموش ہو جائیں گے۔ نہ اس میں تاثیری کیفیت پائی جائے گی اور نہ اس میں کسی قسم کا کرشمہ نمود پائے گا۔ نہ اس کا اثر کسی کے دل پر ہوگا اور نہ کسی کے دماغ پر۔ نہ وہ پھول بن کر مسکرائے گا اور نہ اس سے نکہتیں پھیلیں گی نہ ان کے لفظوں میں کانٹے ہوں گے اور نہ تیر وسناں کیوں کہ وہ جامد اور غیر متحرک ہے۔ جب کہ لفظ میں یہ ساری کیفیات پائی جاتی ہیں۔ کبھی وہ پھول ہوتا ہے اور کبھی اس میں کانٹے ہوا کرتے ہیں۔ وہ قتل بھی کر دیتا ہے اور خون بھی بہنے نہیں دیتا۔ وہ ایسا زخم دیتا ہے جس کی بھرپائی نہیں ہو پاتی کیا ہی خوب فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ ؎

جراحات السنان لها التيام
ما جرح اللسان لا يلتام

یعنی نیزہ کا زخم تو بھر جاتا ہے مگر جو زخم لفظوں سے لگتا ہے وہ کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ ہماری زبان میں بھی ایسا ہی کچھ کہتے ہیں کہ بولی سے جو زخم لگتا ہے، گولی سے نہیں لگتا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو لفظ ''حضرت'' کا استعمال کرتا ہے اس کی حیثیت صرف ''واضع ثانی'' کی ہوتی ہے مگر جس کے لئے بولا جاتا ہے اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ لفظ ''حضرت'' کو کوئی کیا جانے؟ وہ کیا ہے اور اس کا اصل مقام کیا ہے؟ میرے دوست وہ شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اور اس آئینہ میں شخصیت نظر آتی ہے۔ اس کے خد وخال دِکھائی دیتے ہیں۔ اس کے کمالات واثرات بھی نظر آتے ہیں، اس کی فطری صلاحتیں اور اکتسابی خوبیاں بھی چمکنے لگتی ہیں۔ لفظوں کے بدلتے مزاج کو جس نے جان لیا اُس نے جان لیا اور جو غافل رہا وہ غافل ہی رہا۔

دیکھیے سرکار اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں؟

وہ گل ہیں لبہائے نازک ان کے، ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل ، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ، ہے طالب جلوۂ مبارک
دِکھا دو وہ لب کہ آب حیواں، کا لطف جن کے خطاب میں ہے

اِن اشعار میں لفظوں کو گل فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان میں ''آب حیات'' کا لطف ہوا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظوں میں بھی جان ہوتی ہے، اس میں بھی خوشبو پائی جاتی ہے اور یہی الفاظ ہوا کرتے ہیں جو ''آب حیات'' کا لطف ومزہ دیا کرتے ہیں یعنی الفاظ زندہ اور متحرک ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت بھی ایک ایسا لفظ ہے جو زندہ اور متحرک ہے اور اس میں آئینہ شخصیت بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ نہ کہ اس میں صرف صلاحیت ہی ہے بلکہ اس کا جب استعمال کیا جاتا ہے تو وہ عملی طور پر آئینہ ثابت ہوتا ہے اور جس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اگر واقعی طور پر اُس کی شخصیت بھاری بھرکم ہے تو اس ایک صلاحیت کا پرتو اس آئینہ میں مرتسم ہو جاتا ہے اور اگر اس کی شخصیت کھوکھلی ہوتی ہے تو یہ آئینہ بھی اندھا ہی رہتا ہے اور اس میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہو پاتی۔ یہی لفظ ''حضرت'' ائمہ کرام اور خدا کے بندوں کے لئے استعمال کیا گیا۔ حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی، حصرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت بڑے سرکار، حضرت چھوٹے سرکار، حضرت ضیاء الدین نخشبی، حضرت شیخ شہاب الدین مہمرہ، حضرت شاہ برکت اللہ، حضرت اچھے میاں، حضرت شاہ فضل رسول، حضرت شاہ عبد القادر، حضرت امام احمد رضا، حضرت مفتی اعظم ہند (وغیرہ)

دیکھیے ایک لفظ حضرت ہے اور اس کا استعمال سب بزرگوں اور دانشوروں کے لئے کیا گیا ہے۔ اگر ہر جگہ ایک ہی مفہوم لیا جائے تو یہ حقیقت کے خلاف ہوگا اور نسبتوں کا کمال جاتا رہے گا۔

اور یہ تجربہ کے بھی خلاف ہے، کپڑا ایک ہوتا ہے مگر اُسی کا جب لباس بنتا ہے تو الگ الگ ہوا کرتا ہے ورنہ موزونیت جاتی رہے گی۔ لفظ بھی ایک کپڑا ہے اور اس کا استعمال لباس سینے جیسا ہے اور اس کا عملی طور پر استعمال ہونا لباس کے فٹ ہوجانے کی مثل ہے۔ اس لئے لفظ حضرت کے معانی اور مفاہیم الگ الگ لیے جائیں گے۔ کہاں کون سا مفہوم ہو گا قارئین خود اس کا تعین کرلیں۔ ذرا سوچئے کہ اگر اسی لفظ ''حضرت'' کا استعمال ایک ایسی ذات کے لئے کردیا جائے جس کے پاس ایمان نہ ہو اور نہ وہ مومن ہو تو ایسی صورت میں اس لفظ ''حضرت'' کا مفہوم جو بھی تعین کیا جائے اس میں کفر کا معنی بھی شامل ہوگا اور یہ بھی شامل ہوگا کہ ''میں نے طعنہ پر جہنم کو ترجیح دی'' کہ لفظ ''حضرت'' ایک آئینہ ہے اور شخصیت میں جو عنصر غالب ہوتا ہے اس کا عکس اس میں ضرور چھپتا ہے۔ لفظ ''حضرت'' کی دو حیثیت ہوتی ہے ایک ''حیثیت اطلاقی'' یعنی استعمال سے پہلے والی حیثیت اور دوسری ''حیثیت تقییدی'' یعنی استعمال کے بعد والی حیثیت۔ حیثیت اطلاقی میں تو لفظ حضرت صرف اور صرف ایک کلمہ تعظیم ہے، اس کے معنی ومفہوم میں عمومیت اور شمولیت پائی جاتی ہے۔ اس لئے کسی کے لئے بھی اس کا استعمال کرنے سے پہلے استعمال کی بنیادیں تلاش کرنی چاہیے کہ آخر وہ بنیادیں کیا ہیں؟؟

لفظ ''حضرت'' کے استعمال کی بنیادیں:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس لفظ ''حضرت'' کے استعمال کی کیا کیا بنیادیں ہوسکتی ہیں؟ یا یوں ہی ہر کسی کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں کہ ہر کسی کے لئے اس کا استعمال کردیا جائے اگر اس بارے میں کلی طور پر اجازت مرحمت کردی جائے تو لفظوں کا تقدس اور اس کے صاف شفاف مزاج کے ساتھ مذاق بن کر رہ جائے گا اور اس کا احترام دلوں سے محو ہوتا چلا جائے گا اور ذہن وفکر کی سطح پر اُس کا جو وقار اور اہمیت پائی جاتی ہے وہ سب کے سب تاش کے پتوں کی مانند بکھر جائے گی پھر لفظ ''حضرت'' اِس قدر مفلس وکنگال ہوجائے گا کہ اس کی طرف کوئی نگاہ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ کیا آپ یہی چاہتے ہیں؟ نہیں ہر گز نہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی معیار متعین کردیا جائے۔ اس لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا کیا معیار ہوسکتا ہے اور کس کس معیار کو مسترد کیا جاسکتا ہے؟ اب تک لفظ ''حضرت'' کے تعلق سے جو بحث کی گئی ہے اس سے چند قسم کے معیارات سامنے آئے ہیں:

(الف) لفظ ''حضرت'' کے استعمال کرنے کا معیار اُن کمالات اور صفات کو قرار دیا جائے جو، ازلی اور ابدی ہوں جیسے حضرت حق تعالی وجل مجدہ۔ (ب) اس کا معیار نوری مخلوق کو بنایا جائے جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل وغیرہ۔

(ج) نبوت عامہ بھی اس کا معیار ہے جیسے حضرات انبیائے کرام

(د) نبوت خاص اور رسالت خاص بھی اس کا معیار ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حضرت محمد ﷺ وحضرت رسول اللہ ﷺ۔ (ہ) صحابی ہونے تابعی ہونے اور تبع تابعی ہونے کو بھی معیار بنایا گیا ہے۔

(و) غوث وخواجہ قطب اور مناصب جلیلہ پر فائز ہونے والے اولیائے کرام کو بھی لفظ ''حصرت'' کے استعمال کی بنیاد قرار دی گئی ہے۔

(ز) اسی طرح علمائے کرام، صوفیائے عظام اور فضلائے روزگار کو بھی ''حصرت'' کہا گیا ہے اور آج بھی کہا جارہا ہے

اِن تمام معیارات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے کہ لفظ ''حضرت'' کا وہی مستحق ہے جس کے پاس ایمان ہو، جو مومن کامل ہو۔ جس کے پاس ایمان نہیں اور نہ وہ مومن ہے تو پھر اُسے ''حضرت'' نہ کہا جائے ورنہ کفر اور صاحب کفر کا احترام لازم آئے گا اور بات اندیشہ کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جس نے بہت سے سماجی امور انجام دیے ہوں، معاشرتی معاملات میں بھی دلچسپی رکھتے ہوں۔ یہ امور اپنے مقام اور اپنی حیثیت میں خوبیاں ضرور ہیں مگر ایمان نہ لانے کے سبب یہ تمام امور کالعدم ہیں۔ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب نے ان سبھی امور وخدمات کو انجام دیے ہیں جو ایک انسان کو یا ایک چچا کو اپنے بھتیجے کے لئے کرنا چاہیے۔ انہوں نے کیا اور یقیناً کیا ہے مگر ایمان تو نہیں لائے اس لئے ان کے یہ ساری خدمات ''عدم'' کی منزل میں ہیں اور رہیں گے۔ اس لئے ان خدمات میں ''معیار'' بننے کی صلاحیت ہی نہیں اور نہ اس بنیاد پر انہیں ''حضرت'' کہا جاسکتا ہے۔ ان خدمات میں سے کسی خدمت کا کہیں مفید ہونا الگ بات ہے جو شاید و نادر کے زمرے میں آتا ہے مگر اس کو معیار تسلیم کیا جائے، ایسا ممکن نہیں کیوں کہ شرعی اعتبار سے یہ وجہ خاص ہے جو صرف ابوطالب یا ابولہب

کے لئے مخصوص ہے، کسی اور کافر اور منکر اسلام کے لئے نہیں۔ اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کا معنی نہ سہی مگر اس کا مفہوم جو مترشح ہوتا ہے وہ ایمان اور مومن ہونا ہی ہے۔ حضرت کہنے کی بنیاد تو صرف ایمان اور مومن ہونا ہی ہے کہ اب تک جس قدر بھی استعمالات ہوئے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کفر اور غیر مومن نہ کبھی بنیاد ہے نہ ہی اس بنیاد پر کسی کو حضرت کہا گیا ہے۔ باقی رہے دوسرے معاملات مثلاً کسی کی مدد کرنا، مصیبت کی گھڑی میں کام آنا، بے سہاروں کو سہارا دینا وغیرہ تو یہ سب کے سب ایمان کے تابع ہیں۔

اہل لغت کا نظریہ: اہل لغت نے ''حضرت'' کے تمام استعمالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے جو مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بابت قریب قریب تمام اہل لغت نے ''حضرت'' کا معنی قرب، نزدیکی اور درگاہ تحریر کیا ہے۔ صاحب منجد نے یہ بھی فرمایا ہے: تطلق الحضرة عند اهل الترسل علیٰ کل کبیر یحضر عنده الناس کقولهم الحضرة العالیة تأمر بکذا۔ (المنجد ص ۱۳۸)

ترجمہ: بارگاہ عالیہ میں حاضر باش لوگوں کے نزدیک ''حضرت'' ہر اس بڑے کے لئے بولا جاتا ہے، جس کے پاس لوگ آتے ہوں جیسا کہ وہ کہتے ہیں ''حضرت عالیہ'' حکم فرماتا ہے کہ آپ ایسا کریں۔ الخ

صاحب منجد کا یہ تحریر فرمانا لفظ ''حضرت'' کے ایک تعلق سے اس بات کا ایک اصل اور ضابطہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال ہر کسی کے لئے نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جو بڑا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی ہم عمر اور اپنے سے کسی چھوٹے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہر بڑے کے لئے اس کا استعمال مناسب ہے بلکہ اس بڑے کے لئے کیا جائے جس کے پاس لوگ آتے ہیں اور اس کے پاس آنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہدایت پائیں اور منزل رشد کی رہنمائی حاصل کریں۔ اِن تمام پابندیوں نے لفظ ''حضرت'' کے استعمال کو بہت ہی محدود کردیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صاحب منجد نے یہاں صرف ''کبیر'' کا استعمال کیا ہے جو مطلق ہے اور اس کے تعلق سے حکم ہے: **المطلق یجری علی اطلاقه** یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ اگر مطلق کی اس حیثیت عامہ کا لحاظ کیا جائے تو پھر اُس کا استعمال ہر کس و ناکس کے لئے ہوسکتا ہے چاہے وہ کسی بھی حیثیت سے بڑا ہو مگر جب صاحب منجد نے یہ فرمایا ہے کہ ''وہ بڑا جس کے پاس حاضری کے لئے آتے ہوں'' تو اس کے پیش نظر مطلق اپنے اطلاق پر جاری نہیں بلکہ اس سے اس کا فرد کامل مراد ہے اور ''فرد کامل'' وہی ہوا کرتا ہے جس کا بڑا ہونا برقرار رہے اور عزل وسلب سے محفوظ رہے، جو ایسا ہوتا ہے اس کا بڑا ہونا باقی رہتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی عالم کو ''حضرت'' کہا جاتا ہے تو اُنہیں اس لئے ''حضرت'' نہیں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی ادارہ کا صدر مدرس ہے یا شیخ الحدیث ہے۔ اگر اُن کے ''حضرت'' کہے جانے کی یہی وجہ ہوتی تو پھر کسی اور مدرس کو ''حضرت'' نہیں کہا جاتا مگر تجربہ ہے کہ طلبہ مدرسہ کے ہر ایک مدرس اور استاذ کو ''حضرت'' کہا کرتے ہیں۔ اس سے صاف ہوگیا کہ ''حضرت'' کہے جانے کی وجہ ان کا منصب یا عہدہ نہیں بلکہ ان کا علمی کمال اور فنی جاہ وجلال ہے۔ طلبہ صرف اپنے ادارے کے استاد کو نہیں بلکہ دوسرے مدرسوں کے اساتذہ کو بھی ''حضرت'' کہا کرتے ہیں اور وجہ وہی ہے کہ ان کے پاس علم ہے، فن اور اس کی خوبیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے انہیں ''حضرت'' کہا کرتے ہیں۔ اس بات میں کیا شک کہ علم باقی رہتا ہے۔ یہ ایک ایسی دولت ہے جو نہ کبھی فنا ہوتی ہے اور نہ اسے کوئی چھین سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے۔ اس لئے ''کبیر'' سے وہ فرد مراد لیا جائے جس کے پاس ایسی دولت ہو جو لازوال ہو۔ اور حد تو یہ ہے کہ یہ علمی دولت موت سے بھی زائل نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا — لنا علم و للجهال مال

والمال یفنی عن قریب — والعلم باق لا یزال

ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم دیا اور جاہلوں کو مال۔ مال تو بہت جلد فنا ہوجاتا ہے اور علم باقی رہتا ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔

مشاہدہ ہے کہ دولت مند اپنی دولت کو لے کر نہیں جاتا ہے۔ نواب اور بادشاہ اپنی ریاست اور اپنی بادشاہت کو لے کر نہیں جاتا ہے بلکہ سب کچھ اسی زمین پر چھوڑ کر خالی ہاتھ جاتا ہے مگر علما کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے وہ تو اپنی دولت علم وحکمت لے کر جاتا ہے۔ اسی لئے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے اور اس کے وارثین تمام دولت کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ جانے والے کا علم نہ بٹتا ہے اور نہ دنیا

کی کوئی طاقت اسے بانٹ سکتی ہے۔اس بنیاد پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ سماج و معاشرہ میں وہی بڑا ہوتا ہے جو عالم دین اور فاضل متین ہوا کرتا ہے۔نہ وہ مفلس ہوتا ہے اور نہ اس کا ہاتھ خالی رہتا ہے۔اس لئے عالم دین جب تک دنیا میں رہتا ہے لوگ انہیں ''حضرت'' کہا کرتے ہیں اور جب وہ دنیا سے چلا جاتا ہے تب بھی لوگ انہیں ''حضرت'' کہتے ہیں کیوں کہ ''حضرت'' کہنے کی جو بنیاد ہے وہ باقی رہتی ہے اور وہ بنیاد ''دینی عظمت اور شرعی فضیلت'' ہے اور اگر دینی عظمت وفضیلت کے علاوہ کسی دنیوی یا منصبی عظمت کو بنیاد قرار دی جائے تو یہ لفظ ''حضرت'' کے اصول وقواعد اور اس کی نزاکتوں کے خلاف ہوگا کیوں کہ یہ عظمت تو آتی جاتی ہے آج میرے پاس ہے تو کل کسی اور کے پاس اور پھر کسی تیسرے کے پاس۔اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب تک اس کے پاس منصب ہوتا ہے تو وہ ''حضرت'' ہے اور جب منصب چلا جاتا ہے یا چھین لیا جاتا ہے تو اُسے ''حضرت'' کہنے کی بات تو الگ ہے کوئی سلام کرنے کو تیار نہیں۔آج عزت اور کل اس کی ذلت۔لفظ ''حضرت'' ایسے کسی حادثہ کا متحمل نہیں۔

حضرت وہ ہوا کرتا ہے جس کے پاس لوگ آتے ہوں اور حاضری دیتے ہوں۔یہاں آنے کا مقصد افادۂ دینی ہے نہ کوئی اور مفاد۔علمائے کرام اور مشائخ کے پاس ہی لوگ افادۂ دینی کے لئے آتے ہیں اور آنے والے اپنے اس مفاد میں مخلص ہوا کرتے ہیں۔کسی ایم پی کسی ایم ایل اے یا کسی نیتا کے پاس آنے کا مقصد کچھ اور ہی ہوتا ہے۔دنیاوی غرض وغایت اور اپنے ذاتی مفاد کیا ہیں یہ تو ڈھلتی ہوئی چھایا ہے، اسے کس منھ سے حضرت کہنے کی بنیاد بنائی جائے یہ تو میری سمجھ سے باہر ہے۔ہاں! اس بنیاد پر اُنہیں سر کہیے جناب کہیے، اس سے کون روکتا ہے مگر حضرت مت کہیے کہ اس میں بڑا تقدس ہوا کرتا ہے۔

لفظ ''حضرت'' اور عرف وسماج: ہمارے سماج و معاشرہ میں ''حضرت'' کہنے کی روایت ملتی ہے مگر کسی عالم کے لئے کسی امام کے لئے اور کسی مفتی وقاضی کے لئے۔کوئی بھی کسی نیتا، کسی لیڈر اور منبر کو ''حضرت'' کہتے نہ میں نے سنا ہے اور نہ کسی نے کہا ہے۔سر، جناب اور حضور کہنے کی روایت تو ضرور ملتی ہے لہٰذا جو روایت ملتی ہے اسی کا استعمال کیا جائے اور حضرت جیسے پاکیزہ الفاظ کے استعمال سے جہاں تک ہو سکے احتراز کیا جائے۔کسی بادشاہ وقت یا نواب اور راجہ کو بھی ''حضرت'' کہنے کی روایت ملتی ہے۔اس کی وجہ اُن افراد کے منصبی رتبہ و مرتبہ کا دیر پا ہونا ہے یا اُنہیں حضرت کہنے کی روایت صرف ایک حلقہ تک محدود ہے اور اس محدود حلقہ سے باہر کے لوگ جو اُنہیں حضرت کہا کرتے ہیں کسی دباؤ میں کہتے ہیں یا پھر کسی انجانے خوف کے سبب۔اس لئے اس کی حیثیت کسی ''مقیس علیہ'' کی نہیں اور جو لوگ کسی کو مذاق میں یا طنزیہ انداز میں حضرت کہا کرتے ہیں تو یہ صرف ایک حادثہ ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی حیثیت نہیں۔

ابو طالب کے نام کے ساتھ ''حضرت'' کا استعمال

ابو طالب کو کون نہیں جانتا؟ حضور ﷺ کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے۔انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے لئے کیا کیا؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ روز روشن کی مانند روشن ہے مگر یہ معاملات اسی وقت کارگر اور مؤثر ہوتے ہیں جب ان کے ساتھ ایمان ویقین کی رعنائیاں پائی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہیں تو لوگ اُسے نظر انداز کر دیا کرتے ہیں۔دور حاضر میں بھی بہت سے غیر مسلم اپنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے اور سماجی ومعاشرتی طور طریقے برتا کرتے ہیں جن کی وجہ سے کسی کا بھی دل اس کی جانب قدرے مائل ہو جایا کرتا ہے، اس کی عزت کرتا ہے، اس کا استقبال کرتا ہے، اسے سر اور جناب کرتا ہے، اس کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے مگر کوئی اسے ''حضرت'' نہیں کہتا۔ابو طالب کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کے قلب پاک میں جو خوبصورت جذبہ تھا آپ نے اس جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: چچا جان ایمان لے آیئے کلمہ پڑھ لیجیے۔اِس التماس پر ابو طالب نے کہا ''لوگ ہمیں طعنہ دیں گے۔'' یہاں تک آپ نے فرمایا: میرے کان میں کلمہ پڑھ دیجیے مگر انہوں نے کہا: اَخْتَرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ یعنی میں طعنہ پر جہنم کو ترجیح دیتا ہوں۔اسی تعلق سے یہ آیت نازل ہوئی ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ بے شک آپ منزل تک نہیں پہنچا سکتے جنہیں آپ پسند کرتے ہیں۔اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابو طالب ایمان ویقین سے مستفیض نہیں ہو پائے۔اس لئے آپ کا حسن رویہ بھی بے نتیجہ رہا جس سے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔اس لئے میرا ماننا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ ''حضرت'' کا سابقہ مناسب نہیں اور نہ ہی اس سابقہ کی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔جہاں تک ان کے ''حسن رویہ'' کی بات ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ اسے انسانیت اور قرابت داری کے جذبوں سے مملو تو ہوسکتا ہے (بقیہ ص 47 پر دیکھیں)

منظر نامہ

سیاست افرادی قوت اور طاقت کی زبان سمجھتی ہے

محمد زاھد علی مرکزی کالپی★

اگر آپ سیاست کر رہے ہیں یا سیاست میں جانے کی سوچ رہے ہیں تو آپ کو ہندوستان کی تاریخ کے وہ طاقتور آندولن اور احتجاج دیکھنے کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے حکومتی تختے الٹ گئے یا پھر حکومتوں کو اُن احتجاجوں کے آگے جھکنا پڑا ہے۔ بڑے بڑے جابر، تانا شاہ بھی عوامی احتجاج کے آگے بے بس نظر آئے ہیں، سیاست میں عوام کے سامنے جو جتنا جھکنے کی صلاحیت رکھے گا وہ اتنی ہی دیر تک سیاست کی باگ ڈور بھی تھامے رکھنے میں کامیاب رہے گا۔ سیاست نہ محبت چاہتی ہے اور نہ ہی عقیدت۔ سیاست میں نہ رشتے ناطے کوئی اہمیت رکھتے ہیں، نہ ہی سالوں پر محیط خدمت، ہم سیاست میں باپ کو بیٹے کا، بیٹے کو باپ کا، بھائی کو بھائی کا، ماں کو بیٹی کا اور بیٹی کو ماں اور بھائی کو بہن کا قتل کرتے ہوئے بارہا دیکھ چکے ہیں۔ سیاست میں آپ اسی وقت تک اپنی پکڑ اور دبدبہ بنائے رکھ سکتے ہیں جب تک آپ سیاسی طاقت رکھتے ہیں۔ جس دن آپ کی طاقت کم ہونے کا احساس آپ کے قریبی لوگوں کو ہوگا اُسی دن وہ کوئی اور در تلاش لیں گے، بعض ایسے بھی ہوں گے جو ''گھر کے بھیدی بن کر آپ کی سیاسی لنکا کو ڈھانے کا کام کریں گے''

سیاست ٹھیک اِس مقولے کے الٹ ہے کہ ''یک در گیر محکم گیر'' یعنی ایک در مضبوطی سے تھامے رہو، یہاں مقولہ یوں ہو جاتا ہے'' آں در گیر جو قوت گیر'' وہ در پکڑو جسے طاقت ور دیکھو۔

ماضی ہو یا حال، سیاسی ''روشن مستقبل'' کے لئے آپ کو اپنی طاقت اپنے اور بیگانے سبھی کو دِکھاتے رہنے کی ضرورت ہے، ورنہ آپ کی صورت، آپ کی قوم، آپ کی خدمت، آپ کی طاقت، آپ کا دماغ، آپ کے تعلقات سیاسی لوگ استعمال تو خوب کریں گے، لیکن آپ اور آپ کی قوم کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا، بظاہر وہ آپ کو اپنا ہیرو کہیں گے، بھروسے مند کہیں گے، ہر جگہ آپ کو لے کر جائیں گے اور آپ کو اتنے بوجھوں تلے دبا دیں گے کہ آپ خود ہی کہیں گے کہ ابھی کچھ مانگنے کے لئے مناسب وقت نہیں۔

یادوں کے جھروکوں سے:

میں آپ کو بہت پیچھے لے کر نہیں جاؤں گا کہ جو لکھا جائے اُسے سمجھنے کے لئے سیاسی کتابیں خریدنے یا گوگل کرنے کی ضرورت ہو، اگر آپ کو سیاست سے لگاؤ ہے یا آپ ہر روز اخبار دیکھتے ہیں تو آپ کی یادوں کے جھروکوں میں یہ چیزیں پہلے سے ہی اسٹور ہوں گی، بس انھیں دماغ کی اسکرین پر لانے کرنے کی ضرورت ہے۔

گجرات میں ہاردک پٹیل کا پاٹی دار احتجاج، جگنیش میوانی کا ''چلواونا'' احتجاج اور دہلی کے رام لیلا میدان میں کانگریس کے خلاف ''انا ہزارے'' کا احتجاج، دہلی ہی میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں فیس بڑھائے جانے کو لے کر طلبہ کا احتجاج، ہریانہ میں جاٹ ریزرویشن کا احتجاج، راجستھان میں گوجروں کا ریزرویشن احتجاج، دہلی میں سی اے اے، این آر سی کو لے کر طویل مدتی مشترکہ احتجاج، فی الحال دہلی بارڈر پر کسانوں کا احتجاج جاری ہے، اِن دھرنا پردرشنوں سے حکومت، ادارے کہیں جھکے ہیں اور کہیں بیک فٹ پر دیکھے گئے ہیں، کہیں انھیں احتجاج کی بنا پر حکومت چلی گئی تو کوئی کرسی پا گیا۔

مذکورہ احتجاجوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکومت عوامی طاقت کو ہی اہمیت دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ اِن احتجاجوں سے ہم نے کئی لیڈر پائے ہیں جیسے اروند کیجریوال، ہاردک پٹیل، جگنیش میوانی، کنہیا کمار، چندر شیکھر آزاد (وغیرہ)

احتجاج اچانک نہیں ہوتے، یہ کرائے جاتے ہیں یا کیے جاتے ہیں، کبھی حکومتیں کراتی ہیں تاکہ اغیار اُن کی طاقت دیکھ سکیں، تو کبھی اپوزیشن سیاسی جماعتیں احتجاج کراتی ہیں کہ حکومت گرے اور ہم تخت نشیں ہوں، کبھی سیاسی جماعتیں نئے لیڈر تلاشنے اور اپنی سیاسی زمین بچانے کے لئے بھی احتجاج کا سہارا لیتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ احتجاجوں کی صدارت کرنے والے یا اُن کی پہچان بننے والے افراد کو سیاسی پارٹیاں اپنی جماعت میں شامل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں، جیسے ہاردک

پٹیل، کنہیا کمار، جگنیش میوانی (وغیرہ)

طاقت ہے تو کیش کرنا سیکھئے:

کہتے ہیں کل کس نے دیکھا ہے اور سیاست میں تو کسی نے پل بھی نہیں دیکھا، ہر لمحہ نئی بساط بچھائی جاتی ہے اور ہر لمحہ شہ مات کا کھیل جاری رہتا ہے، چند منٹ پہلے وزیر کچھ نہیں ہوتا اور چند لمحوں بعد ہی ''شاہ'' مات کھا جاتا ہے، صحیح معنوں میں سیاست نپی تلی نظر رکھنے کے ساتھ بروقت حملہ کرنے ہی کا نام ہے، جو یہ سیکھ گیا وہ سیاست سیکھ گیا خیر آمدم برسر مطلب۔

اگر آپ کے پاس سیاسی طاقت ہے تو پھر کیش کرنا ضروری ہے کیونکہ سیاست میں کب کیا ہو جائے بھروسہ نہیں، ایسے لوگ ہمیشہ فائدے میں رہتے ہیں جو اپنی طاقت کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ ویسے تو بہت سے لیڈر ہوئے ہیں لیکن ایک لیڈر جسے دنیا ''رام ولاس پاسوان'' (بانی لوک جن شکتی پارٹی) کے نام جانتی ہے، اس لیڈر کے پاس اتنی طاقت تو نہیں تھی کہ اکیلے اپنی قوم کی بنا پر حکومت بنا سکے، لیکن اس نے اپنی طاقت کو ہمیشہ کھرے داموں میں کیش کیا (آج وہ نہیں ہیں لیکن ان کی سیاسی ہوشیاری کے سبھی قائل ہیں) حکومت کسی کی بنے، لیکن اپنی طاقت کی بنا پر وہ سب حاصل کیا جو کوئی سیاسی آدمی چاہتا ہے، کیونکہ اس آدمی نے نہ کسی سے عقیدت دِکھائی اور نہ ہی کسی سے محبت، جب موقع دیکھا چوکا ہی نہیں چھکا بھی مار دیا، اب ان لیڈروں کی بات کرتے ہیں جو وفاداری کی پُڑیا لیے گھومتے رہے اور آج ''جیلوں'' میں گھوم رہے ہیں یا پھر حاشیے پر ہیں اور اب کہیں جا بھی نہیں سکتے۔

سب سے پہلے ہم کشمیر سے ''غلام نبی آزاد'' کو لیتے ہیں جناب پہلے کانگریسی ہوئے، پھر محنت کرکے پنجاب، بنگال جیسے علاقوں میں کانگریس کو پہنچایا، پارٹی ترقی کرتی گئی اور کشمیر تنزلی کا شکار ہوتا رہا، فیک انکاؤنٹر ہوتے رہے، کشمیری عوام خون کے آنسو روتی رہی اور آپ وفاداری ہی کرتے رہے، آرٹیکل ۳۷۰ منسوخ کر دیا گیا، موصوف کو کشمیر نہیں جانے دیا گیا۔ محبوبہ مفتی، فاروق عبداللہ جیل میں سڑتے رہے اور مسلم حمایتی سمجھی جانے والی پارٹی صحیح سے آواز بھی نہ اٹھا سکیں، سب بالائے طاق رکھتے ہوئے پارٹی کی ترقی کے لئے وفاداری کا جوش پھر چڑھا اور کانگریس صدر سونیا گاندھی کو خط لکھ ڈالا، کہ کچھ بدلاؤ ہونا چاہیے ورنہ اپوزیشن میں زندگی بھر بیٹھے رہیں گے، یہ پارٹی کو ہضم نہ ہوا، اب پارٹی نے سائڈ لائن دِکھادی ہے، اسے ہی کہتے ہیں ''گھر کا نہ گھاٹ کا''

انڈین سیاست میں فی الحال سب سے زیادہ سرخیوں میں اتر پردیش کے سماجوادی لیڈر اعظم خان ہیں، اعظم خان وہ لیڈر ہیں جن کے کندھوں پر سوار ہو کر سماجوادی پارٹی کئی مرتبہ وزیر اعلیٰ کی کرسی پر پہنچی، دو چار ہزار اردو کی نوکریاں یا چار سو مدرسوں کو گرانٹ دینے کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اعظم خان صاحب کی ساری زندگی کی محنت یا بدلہ کہیں تو وہ ''جوہر یونیورسٹی'' ہے جسے اب سرکاری ''تانڈؤ'' جھیلنا پڑ رہا ہے، اگر یہ چاہتے تو اپنی پارٹی بھی کھڑی کر سکتے تھے، اپنی طاقت کا احساس کراتے تو نائب وزیر اعلیٰ بھی بن سکتے تھے، اعظم خان اتنے طاقت ور تھے کہ کبھی بھی سماجوادی پارٹی کی سرکار گرا سکتے تھے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ نو بار کے وِدھایک، ایک بار راجیہ سبھا ممبر اور فی الحال لوک سبھا کے ممبر ہونے کے باوجود آج ایک سال سے جیل میں ہیں، اُن پر جو کیس لگائے گئے ہیں، وہ اس بڑے لیڈر کی کھلی بے عزتی ہے، جیسے بکری چوری، مرغی چوری، بھینس چوری (وغیرہ) اور سماجوادی پارٹی کے صدر اکھلیش یادو خبر بھی نہیں لے رہے ہیں، اب جب اویسی صاحب کی ملاقات کی خبر عام ہوئی تو وہی کانگریس جس نے جوہر یونیورسٹی کی منظوری کو سالوں لٹکائے رکھا اور منظوری دینے والے گورنر صاحب کو اپنا عہدہ گنوانا پڑا، آج اظہار عقیدت کر رہی ہے اور یہی سماجوادی پارٹی بھی کر رہی ہے، یعنی دونوں پارٹیاں اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، اے کاش! خان صاحب اپنی طاقت دِکھاتے یا دِکھا دیں تو سماج وادیوں کا وزیر اعلیٰ بننے کا خواب، خواب خرگوش ہو سکتا ہے۔

سماجوادی پارٹی ہی کے ایک اور نیتا عتیق احمد الہ آبادی بھی سالوں سے جیل میں ہیں اور بی ایس پی کے مختار انصاری جن کے کندھوں پر سوار ہو کر مایاوتی فرش سے عرش پر پہنچیں، آج وہ بھی کئی سالوں سے جیل میں ہیں۔ مایاوتی ہی کے دست راست کہے جانے والے نسیم الدین صدیقی جنھوں نے پارٹی اور مایاوتی کی عقیدت کے چلتے اپنی بیٹی کی تدفین تک میں شرکت نہ کی، آج وہ بھی سلاخوں میں ہیں۔ سیوان، بہار سے شہاب الدین کے کندھوں پر سوار ہو کر لالو پرساد یادو ''ستا سکھ'' بھوگ چکے ہیں، وہ شہاب الدین بھی سالوں سے جیل کی ہوا کھانے کے بعد دنیا سے چل بسے ہیں، گجرات کے احسان جعفری اور گجرات ہی سے کانگریس کے ''چانکیہ'' کہے جانے والے احمد پٹیل، قوم کو کچھ نہ دے سکے۔

اِن سبھی لیڈروں نے اگر بے جا وفاداری نہ دِکھائی ہوتی اور اپنا اور

قوم کا بھلا کیا ہوتا تو آج ہر دل عزیز ہوتے، اور رام ولاس پاسوان کی طرح ہی مزے میں ہوتے، عام آدمی پارٹی کے امانت اللہ خان کی برطرفی اور دہلی دنگوں کو بیلنس کرنے کے لئے ان کی واپسی بھی اسی کیٹیگری میں رکھئے، لسٹ تو بڑی لمبی ہے لیکن سمجھنے کے لئے یہی نام کافی ہوں گے۔

سناتے ہیں کہ بندہ خود کچھ نہ کہے، ایسی صورت میں ان ہوشیار لوگوں کو غور سے دیکھیں اگر اُن کے اور اُن کی قوم کے کام ہو رہے ہیں تو آپ اپنا مطالبہ بھی رکھ دیں، نہ سننے یا سمجھانے کی صورت میں آپشن B پر عمل کریں یا، ایسے وقت پر پالا بدلیں کہ آپ کو بے وقوف بنانے کی قیمت سود سمیت موصوف کو ادا کرنا پڑے۔

سیاسی لوگوں کا ایک حربہ اور ہوتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کے زمانے میں آپ کو مطلوبہ عہدہ یا شئے نہیں دیتے، جب ایک ڈیڑھ سال کا اقتدار بچتا ہے تب وہ آپ کو مطلوبہ چیز دے دیتے ہیں اور پھر سرکاری کام، آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ ایک ڈیڑھ سال کا زمانہ منظوری یا سرکاری دفاتر کے چکر لگانے میں ہی نکل جاتا ہے، اب آپ اس لئے ساتھ دیتے ہیں کہ حکومت آئی یا یہ بندہ کامیاب ہوا تو ہمارا رُکا ہوا کام پورا ہو جائے گا، لیکن کون جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ اور آپ رہ جاتے ہیں۔ خوش قسمتی سے آپ کی پارٹی یا لیڈر کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو آپ کو اپنا پچھلا کام کراتے ہوئے اقتدار کا آدھا زمانہ گزر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ آپ تب تک خاموش رہیں گے، اگر دوسرا کام چاہیں گے تو کہہ دیا جائے گا بھئی ایک تو پورا کرو، پھر آنا، اور پھر جب آپ جائیں گے تو کہیں گے ارے رکیے صاحب! سارے کام تو ہمارے نہیں ہوتے اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سارے کام ہو جائیں، ہر چیز تھوڑی ہو سکتی ہے، چلئے پھر دیکھیں گے۔ نیتا جی کے اتنا کہنے کے بعد آپ خود ہی اُن کے پاس نہیں جائیں گے پھر اخیر وقت میں آپ کو بلا کر پوچھیں گے اچھا وہ آپ نے ایک کام کے لئے کہا تھا، اب اسے دیکھ لیتے ہیں اور پھر وہی ڈرامہ شروع ہو جاتا ہے۔

اس لیے سیاست میں آپ کو صرف فائدہ دیکھنا ہے کہ کیسے ملتا ہے، یہ آپ پر منحصر ہے موقع دیکھتے ہی چوکا مارنا جانتے ہیں تو پھر سیاست کریے، ورنہ صرف غلامی ہوگی، سیاست نہیں۔ ہاں! آپ اسے نام جو چاہیں دے سکتے ہیں۔

☆☆☆

☆ چیئرمین تحریک علمائے بندیل کھنڈ، رکن روشن مستقبل دہلی

صفحہ 44 کا بقیہ: مگر ایمان نہ لانے کے سبب اسے "عظمت دینی" کے زمرے میں نہیں لایا جاسکتا ہے اس لئے ابوطالب کو "حضرت" نہ کہا جائے پھر وہ حسن رویہ کسی کو متاثر کرسکتا ہے جو عملی طور پر پایا جائے صرف اس کا خوشگوار تصور کسی کلمہ تعظیم کا مستحق نہیں۔

جو انہیں حضرت کہتے ہیں یا اُن کی وکالت وترجمانی کرتے ہیں میرے خیال میں اس رویہ کو دینی عظمت کے طور پر لیتے ہیں یا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ جذبات کے رو میں نہ بہیں بلکہ ٹھہر کر فکر وشعور سے کام لیں اور تفکر کو بروئے کار لاتے ہوئے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔۔

حضرت کا مفہوم ایمان اور مومن ہو سکتا:

کسی لفظ کے تعلق سے لغات میں جو معانی بیان کیے جاتے ہیں وہی کافی نہیں ہوتے کیوں کہ لفظ کے معنی ومفہوم میں تغیر وتبدل اور وسعت و ارتقا محل استعمال کے سبب ہوتے رہتے ہیں۔ اس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ جب لفظ "حضرت" کسی عظیم شخصیت کی حیز میں ہوتا ہے تو اس کا معنی کچھ اور ہوتا ہے اور جب شخصیت سے الگ ہوا کرتا ہے تو اس کا ایک سادہ سا مفہوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کلمہ تعظیم ہے اور بس۔ جب کسی صاحب ایمان اور عالی مرتبت نیز رتبہ عالیہ کی حامل شخصیت کے ساتھ اس کا سابقہ ہوتا ہے تو اس میں ایمان ویقین کی رمق آ ہی جاتی ہے اور اس کے مفہوم میں ایمان وایقان شامل ہو جایا کرتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن افراد نے ابوطالب کے ساتھ حضرت کا استعمال کیا ہے انہوں نے اس لفظ کو کفر کا آئینہ دار بنادیا ہے۔ اس رویہ سے اس لفظ کا تقدس پامال ہو رہا ہے۔ اس پر غور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں نے اس لفظ کے تعلق سے اپنا عندیہ پیش کردیا ہے، اوروں کا اِس تعلق سے کیا نظریہ ہے وہ جانے اور اس کا کام جانے، ہمیں اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔

☆ صدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں مغربی اتر پردیش

فکر امروز

انشائیہ/منقول

فراغت کے بعد امامت وملازمت کی داستان

محمد توفیق احسنؔ برکاتی★

آج ایک پرانے ساتھی سے ملاقات ہوئی، وہ خوب زرق برق پینٹ اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا، گلے میں ٹائی بھی باندھ رکھی تھی، اس کے جوتے نئے مگر گرد آلود شاید آفس سے آرہا ہو، برسوں بعد ملے تھے دیکھتے ہی ایک دوسرے سے چمٹ گئے۔ خبر وخیریت دریافت کرنے کے بعد جیسا کہ مجھ جیسے طالب علموں کا طریقہ ہوتا ہے پوچھ بیٹھا ''بھیا! آپ نے کرتے اور پا جامے کو کب خیرآباد کہا؟'' شاید میرا سوال زیادہ مناسب نہیں تھا، اس لئے اس کے چہرے کا رنگ فق پڑ گیا، ہوسکتا ہے اسے غصہ بھی آیا ہو لیکن پرانی یاری اور عرصہ دراز کے بعد ملاقات نے کوئی جواب دینے سے روک دیا، دبے ہونٹوں مسکراتے ہوئے موضوع گفتگو بدلنا چاہا لیکن میں بھی کہاں ماننے والا تھا دوبارہ یہی سوال تھوڑی ضد کے ساتھ پھر کیا، اب تو اس کی حالت ایسی ہوگئی مانو میں نے اس کا پرانا زخم کرید دیا ہو، وہ جھلا کر جواب دیا:

سنو! میں بھی مسلمان ہوں اور الحمد للہ حافظ، قاری اور عالم و فاضل ہوں، الحمد للہ صوم وصلوۃ کا پابند اور حق وحلال کی کمائی کھاتا ہوں۔ صرف کرتا پاجامہ اور ٹوپی نہ پہننے کی وجہ سے آپ کا اندازِ سوال اس طرف اشارہ کر رہا ہے گویا میں نے کفر کا ارتکاب کیا ہو، بلکہ شاید میں نعوذ باللہ مرتد ہو چکا ہوں۔ جناب! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں، میں بھی کسی زمانے میں آپ ہی جیسا سوچتا تھا، کرتا پاجامہ اور ٹوپی کو جزو ایمان سمجھتا تھا، لیکن یہ وہ مرحلہ تھا جب میں مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر اور والد محترم کی کفالت میں تھا، جب مجھے رزق کی کوئی فکر نہیں تھی لیکن جب میں نے مدرسے سے باہر عملی زندگی میں قدم رکھا تو میری حقیقت میرے سامنے کھل گئی۔ چلو! میں تمہیں اپنی کتاب زندگی کا ایک ورق پڑھ کر سناتا ہوں:

مدرسے سے سند فراغت لے کر امت مسلمہ کے بازار میں، میں نے اپنی قیمت جاننا چاہا، امت کے متعدد حلقوں کے دروازے کھٹکھٹائے، خدا خدا کر کے چھ ماہ کے بعد ایک مسجد میں امامت کی ذمہ داری ملی۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے شرعی وضع قطع (آپ کے مطابق) کے ساتھ میں اپنا کام بخوبی انجام دینے لگا، محلے والے دو وقت کا کھانا مسجد پہنچا دیتے، ناشتے کا انتظام میں خود کرتا، امامت کے ساتھ ساتھ اللہ نے مجھ سے مکتب کی خدمت بھی لی، میں خوش تھا اگرچہ میری تنخواہ پانچ ہزار سے کم تھی، لیکن میرا وقت اللہ کے گھر میں نماز اور مکتب کے فریضے انجام دینے میں گزر رہا تھا، مجھے اپنی کم آمدنی پر دکھ و تکلیف سے زیادہ اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی خوشی تھی۔ واللہ میں اپنے عمل میں مخلص تھا۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ محلے سے آنے والے کھانے کا معیار بد سے بدتر ہوتا چلا گیا، نمازی حضرات کا رویہ بھی میرے تئیں کچھ اطمینان بخش نہیں رہا، مسجد میں صفائی کیوں نہیں ہوئی؟ ٹنکی میں پانی کیوں نہیں؟ استنجا خانے سے بو کیوں آرہی ہے؟ آج وقت پر اذان کیوں نہیں ہوئی؟ آج قرأت تھوڑی طویل کیوں ہوگئی؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات مجھ سے پوچھے جانے لگے۔ کچھ لوگوں نے تو حد ہی کردی کہ امام صاحب فلاں ہوٹل کے پاس کیا کر رہے تھے؟ آج کل ان کے کپڑے کا رنگ سفید کی بجائے بھورے نیلے کیوں ہوگئے؟ آج کل امام صاحب مسجد سے زیادہ چوک چوراہے میں کیوں نظر آرہے ہیں؟ الغرض ہر طرح کے سوالات کی مجھ پر بوچھار ہوگئی، ہر مصلیٰ مجھ سے غلاموں کی طرح برتاؤ کرنے لگا، لوگوں کے لئے میں صرف ایک مشین تھا جو اُن کو وقت پر نماز پڑھا دیتا ہے اور بس۔ مسجد میرے لئے قید خانہ بن گئی جس سے باہر جھانکنا بھی جرم عظیم سمجھا جانے لگا۔

جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو میں نے مسجد کو خیرآباد کہا اور مسجد ہی میں قسم کھائی کہ آج کے بعد اِس امت کی کبھی امامت نہیں کروں گا۔

اس کے بعد میں نے مدرسوں کا دروازہ کھٹکھٹایا، کئی مدرسوں کے چکر کاٹنے کے بعد ایک مدرسہ میں ثانوی درجے کے بچوں کو تعلیم دینے کی ملازمت ملی، اللہ کا نام لے کر اس مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دینے لگا، الحمد للہ اب بھی میں شرعی وضع قطع ہی میں تھا۔ اب میں نے مطالعہ بھی شروع کر دیا تھا، پوری تیاری اور حتی الامکان دیانت داری کا ثبوت بھی دیا، لیکن اس مدرسے کے مہتمم نے میرے ہاتھوں میں رسیدوں کی ایک گٹھری تھما دی اور کہا ''جاؤ۔ ان سے چندہ کر کے اپنی تنخواہ نکال لینا۔'' نا چاہتے ہوئے بھی مجھے یہ کام کرنا پڑا، اب میں انہی لوگوں کے گھر جا جا کر چندہ کرنے لگا جن کی وجہ سے میں نے امامت چھوڑی تھی، چندے کے دوران کبھی تو کچھ مل جاتا لیکن اکثر خالی ہاتھ ہی

واپس ہونا پڑتا۔ اب میں نے فرض نمازوں کے بعد مسجد میں کھڑے ہوکر اعلان کرنا شروع کردیا تاکہ گھر واپس ہوتے ہوئے نمازی حضرات کچھ چندہ دیتے ہوئے جائیں لیکن جب میں کھڑا ہوتا تو لوگ مجھے نفرت بھری حقیر نگاہوں سے گھورتے، ایسا لگتا جیسے کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہو جو ناقابل معافی ہو اور میں عفو و درگزر کی امید میں کھڑا ہوا ہوں اور لوگ مجھ پر قہقہے لگا رہے ہوں۔ کچھ لوگ تو کھڑے ہوکر سب کے سامنے مجھے ڈانٹ دیتے، کچھ لوگ احادیث اور اقوال صحابہ سنا کر میرے اعلان کرنے کو غیر شرعی بتاتے، پھر مجھ سے ان کا برتاؤ حرام کے مرتکب جیسا ہوتا۔ اِن سب ذلتوں کے باوجود جب سنتوں کے بعد میں رومال پھیلا کر مسجد کے دروازے پر بیٹھتا تو آدھے ایک گھنٹے بعد بمشکل دس یا بیس روپے حاصل ہوتے۔

شام کو جب تھکا ہارا مدرسہ پہنچتا تو مہتمم صاحب مجھے سست اور کاہل ہونے اور صحیح سے چندہ نہ کرنے کے طعنے دیتے۔ یہی سلسلہ تقریباً ایک سال تک چلتا رہا۔ آخر کار مدرسہ سے تنگ آ کر اُسے بھی چھوڑ دیا۔

اس کے بعد امت مسلمہ کے مختلف اداروں اور حلقوں کا چکر کاٹتا رہا تاکہ شرعی وضع قطع میں رہتے ہوئے معاشی مسائل حل کرسکوں، لیکن مجھے سبھی راستے بند نظر آئے، کوئی بھی مسلم ادارہ یا مسلم سماج مجھے باوقار اور مہذب کام دینے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ لہٰذا میں نے اسی بے روزگاری کے عالم میں ادھر ادھر بھٹکتے دو سال گزار دیے۔

آخر کار ابھی تین مہینے پہلے ہی میرے ایک عزیز کے واسطے سے دہلی آیا اور ایک ہاسپٹل میں عربی ترجمان کے لئے انٹرویو دیا، الحمد للہ اس عہدے کے لئے میرا انتخاب ہوگیا، اس کی ابتدا میں تنخواہ ۳۰ ہزار تھی، لیکن ایک شرط تھی کہ میں کرتا پاجامہ اور ٹوپی پہن کر یہ نوکری نہیں کرسکتا۔ میں اب تذبذب اور شش و پنج میں مبتلا ہوگیا کہ کیا کروں، ایک طرف سالوں بعد ۳۰ ہزار کی نوکری ملی ہے تو دوسری طرف شرعی وضع قطع پھر مجھے میرے تئیں امت مسلمہ کا رویہ اور برتاؤ یاد آنے لگا، آخر کار میں نے طے کیا کہ مجھے نوکری ہی کرنی ہے لیکن دل میں اللہ کا خوف تھا اس لئے میں نے قرآن پاک میں اسلامی لباس کو تلاش کرنا شروع کیا، لیکن وہاں ستر عورت کو چھپانے کے علاوہ کوئی تفصیل نہیں ملی، پھر میں نے سنت کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن وہ بھی خاموش نظر آئی، بلکہ اس وقت میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب محمد رسول اللہ ﷺ اور ابوجہل و ابولہب سب ایک ہی طرح کے کپڑے پہنے ہوئے نظر آئے۔ مجھے کرتا پاجامہ بحیثیت اسلامی لباس کہیں نظر نہیں آیا۔ لہٰذا میں نے کرتا پاجامہ اور ٹوپی کو اپنے سے الگ کیا اور پینٹ شرٹ پہن کر، داڑھی رکھتے ہوئے اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ نوکری کرنا شروع کردیا۔

الحمد للہ جس دن سے میں نے نوکری کرنا شروع کیا ہے، اس دن سے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے جھکنا نہیں پڑا۔ الحمد للہ اب میں حق حلال اور عزت کی روٹی کھاتا ہوں۔

اس کی کہانی سننے کے بعد میری زبان گویا گنگ ہوگئی۔ سلام مصافحہ کرکے اسے رخصت کیا اور چپ چاپ اپنے کمرے میں آ گیا لیکن میں اب تک یہ فیصلہ نہیں کرسکا ہوں کہ اس میں غلط کون ہے وہ لڑکا جو متعدد مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزر کر اِس مقام تک پہنچا؟ یا پھر وہ امت مسلمہ جس نے متعدد مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزار کر اُسے اس مقام تک پہنچایا۔ اگر ممکن ہو تو اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں۔(منقول)

یہ کہانی سچ ہوسکتی ہے اور راوی کا اِن حالات سے گزرنا انتہائی افسوس ناک بھی ہے لیکن اس کہانی سے جو پیغام نشر کیا گیا وہ اس سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ ہمیں ہر علم سیکھنا چاہیے اور شریعت کی حدود میں کھلی فضا میں ہر اونچی پرواز ہمارا حق ہے لیکن رزق کی پریشانی اور مسائل کو صرف مدرسہ یا مسجد سے جوڑ کر دیکھنا قطعاً غلط ہے، الجھن اور مسائل کس شعبے اور کہاں نہیں ہوتے؟ ہر گھر میں کچھ نہ کچھ مسئلہ ہوتا ہے جو اُلجھتا بھی ہے اور سلجھ بھی جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تعلیم انسانی عروج کی داستان بیان کرتی ہے، رزق انسان اپنی قسمت سے کماتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس طرح کی بے شمار کہانیاں تراش خراش کے عمل سے گزار کر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے اپنوں سے زیادہ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں کا حصہ ہیں، ہم سمجھتے نہیں اور ابلاغ کو اپنا حق جان کر خوشی خوشی ان کہانیوں کو عام کرتے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اچھے اور برے لوگ ہر شعبہ حیات میں موجود ہیں، مدرسہ اور مسجد کی انتظامیہ بھی غلط ہوسکتی ہے، لیکن اچھے افراد کے وجود سے دنیا خالی نہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم ان کا تقابلی جائزہ نہیں لیتے۔ کسی اسکول، کالج، یونیورسٹی، دوسرے دھرم کی دیگر سنستھاؤں، کمپنیوں، فرموں کے احوال بھی پیش کیے جائیں تب صحیح اندازہ ہوگا کہ اِس دنیا میں کتنی الجھنیں اور مسائل ہیں۔

کمپنیوں کے مالکان کس طرح کا استحصال کرتے ہیں، تجارت پیشہ کس طرح کی بدتہذیبیاں کرتے ہیں، اسکول کے ذمہ داران اپنے اساتذہ کو کس طرح ٹارچر کرتے ہیں، مذہبی سنستھاؤں میں کیا ہوتا ہے، سیلز مین کیا کیا جھیلتا ہے؟ یہ سب تجزیے میں آنا چاہیے تب جائزہ مکمل ہوگا۔ آپ کے پاس ہنر ہوگا، چاہے دینی یا دنیاوی تو لوگ آپ کی عزت کریں گے، رزق کی پریشانی بھی نہیں ہوگی البتہ چند استثنائی صورتیں ہر جگہ ہوتی ہیں۔ طول کلامی کے لئے معذرت!

☆ استاذ شعبہ درس نظامی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ 9819433765

پرانے ڈھانچوں میں کثیر مقاصد نئے کام

خالد ایوب مصباحی شیرانی★

تعلیمی، مذہبی اور دعوتی کام کرنے والوں کے لئے زمینوں کا حصول سب سے بڑا اور تقریباً سب سے مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے جس سے گلوخلاصی بھی ممکن نہیں ہوتی۔ کبھی آفس کے لئے زمین درکار ہوتی ہے، کبھی آفیشیل کاموں کے لئے اور کبھی بجائے خود کام کی چھوٹی سی چھوٹی ابتدا کے لئے بھی بسم اللہ کے ساتھ ہی زمین کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر یا تو کام نہیں کیا جا سکتا، یا کم سے کم حسب خواہش نہیں کیا جا سکتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سارے وہ جذبات جو دین وملت کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن زمینوں کی عدم دست یابی یا گراں مائیگی کے آگے حوصلہ شکن ہو جاتے ہیں۔ ایسے تمام پھول کھلنے سے پہلے مرجھا گئے۔ جذبات کو دیکھ کر بارہا خیال آتا رہا ہے کہ کاش انھیں ٹھنڈا ہونے سے پہلے پہلے یہ مشورہ پہنچ جائے کہ ہماری ملت زمینوں کے سلسلے میں پہلے سے اتنی مالا مال ہے کہ نئی زمینوں کی خرید وفروخت یا پرانی زمینوں کی بازیابی جیسے مسائل میں الجھے بنا بھی ڈھیروں ملی کاموں کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

گزشتہ ایک/ڈیڑھ کے دوران ہم نے تحریک علمائے ہند کے تحت ملی بیداری کے لئے راجستھان کے آٹھ اضلاع کا دورہ کیا جو باقی اضلاع کے لئے ہنوز جاری ہے، اس دورے میں ہم نے اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا کہ ملت اسلامیہ کے پاس مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں، مسافر خانوں، امام باڑوں، قبرستانوں، اسکولوں کے نام پر اوقاف کی یا خرید کردہ خالی یا تعمیر کردہ زمینیں اتنی بڑی تعداد میں پہلے سے موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے شاید باید کاموں کے لئے ہی نئی زمینوں اور تعمیرات کی ضرورت پیش آئے کیوں کہ یہ ملی امانتیں، عمارتیں یا تو کسی متحرک آدمی کے انتظار میں ہیں اور یا پھر برائے نام زیر استعمال ہیں۔ اگر ایسی تمام اراضی کا اچھا استعمال کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ جذباتی صلاحیتوں کو مناسب پلیٹ فارم مل سکتا ہے بلکہ ان بلڈنگوں کے ساتھ بھی مکمل وفاداری کی جا سکتی ہے اور ملت اسلامیہ کے سر پر قرض درجنوں کاموں کی ایمان داری کے ساتھ ادائیگی بھی کی جا سکتی ہے۔

اس بابت درج ذیل خطوط کو نشان منزل بنایا جا سکتا ہے:

(الف) نہ نئی زمینیں، نہ عمارتیں:

اللہ تعالیٰ نے اوقاف کے نام پر مسلمانان ہند کو اس قدر سرمایہ دار بنایا ہے کہ حکومت ہند کے محکمہ جات میں ریلوے کے بعد سب سے زیادہ خطہ اراضی کے مالک مسلمانوں کے وقف بورڈز ہیں لیکن اسے اِس ملت کی حرماں نصیبی شمار کیا جائے گا کہ کہیں ملت کی بے توجہی سے اور کہیں حکومت کی مہربانی سے وقف اراضی ''مال مفت دل بے رحم'' کی مثال بنی ہوئی ہیں جو یا تو اونے پونے داموں میں حکومت کو فائدہ پہنچا رہی ہیں یا مفاد پرستوں اور بھومی مافیاؤں کے قبضے میں ہیں۔

ہندوؤں کے مذہبی تصور کے مطابق ان کے دیوستان وِبھاگ وقف بورڈز کے مقابل بہت حد تک خود مختار بھی ہیں اور بے پناہ سرمایہ دار بھی اور اسی طرح سکھ مذہب کے گردوارے سو فیصدی خود مختار ہیں جن کے نگراں اور اخراجات ومصارف وغیرہ سب کچھ سکھ کمیونٹی کے لوگ طے کرتے ہیں جبکہ ان دونوں کے مقابل وقف بورڈز وہ ہیں جن میں حکومتوں کی غیر ضروری مداخلت ہے اور نتیجتاً وہ نہ ملت کو کچھ فائدہ پہنچا پا رہے ہیں اور نہ ہمارے بزرگ واقفین کے مقاصد وقف حاصل ہو پا رہے ہیں۔ اگر اُن اوقاف کو متحرک بنا دیا جائے تو ملت کو نہ کسی ریزرویشن کی ضرورت رہے اور نہ ہی حکومتی عنایتوں کی بلکہ بہت بڑے بڑے ملی کام اوقاف کی زمینوں پر صرف اوقاف کی آمدنی سے شرمندہ تعبیر کیے جا سکتے ہیں لیکن ظاہر ہے نہ اس سلسلے میں حکومتیں پیش رفت کرنا چاہتی ہیں اور نہ آسانی سے ملت اسلامیہ کو کرنے دینا چاہتی ہیں۔

جبکہ دوسری طرف ملت کا حال یہ ہے کہ ملت میں اوقاف کے لئے کوئی پانچ فیصد بھی بیداری نہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ بڑی بڑی اوقاف والے شہروں میں چند گز کے پلاٹس کے لئے اپنی نوجوان صلاحیتیں کھپا دینے والے جذبات نہ اپنی صلاحیتوں کے ساتھ وفاداری کر پا رہے ہیں

اور نہ جذبات کے ساتھ۔ کاش! اس سلسلے میں ہماری بصیرتیں بیدار ہوں اور جتنی محنتیں ہم چند گز پلاٹس کی خرید پر مرکوز کرتے ہیں، اس سے بہت کم توجہ وقف اراضی کو ٹارگیٹ کر کے اُن کو با کار بنانے ر لیز پر لینے پر دیں تو شاید کافی کم محنت میں بہت بڑے اچیومنٹ حاصل کیے جاسکیں اور اوقاف کے ساتھ بھی وفاداری کی جاسکے۔

(ب) گراں مایہ عہد میں غیروں کے وقف قبضے:

اوقاف کے واجبی حقوق کی ادائیگی اور اپنے بزرگوں کے ساتھ وفاداری کے علاوہ آج کی تاریخ میں اوقاف کو ٹارگیٹ کر کے کام کرنا، اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس گراں مائیگی کے دور میں بہت سے بد باطن کمیونٹیز اور ملک کی متعصب اکثریت کے وکیل وغیرہ مسلمانوں کی اس کمزوری کو سمجھ چکے ہیں اور آہستہ آہستہ بہت سارے علاقوں میں یتیم وقف اراضی کو فرضی مقدمہ بازیوں اور کاغذی خانہ پریوں کے ذریعے ہتھیانہ چاہتے ہیں یعنی اب اوقاف کو با کار بنانا صرف ہماری اپنی ضرورت کے لئے ہی نہیں رہ گیا ہے بلکہ دوسروں کے دست برد اور ان کے ناجائز قبضوں سے بچانے کے لئے بھی ضروری ہو چکا ہے۔ گزشتہ دنوں راجستھان کے ٹونک میں ایک غیر مسلم وکیل نے وہاں کی ایک قدیم مسجد پر اپنی ذاتی زمین ہونے کا دعوی ٹھونکا۔ اللہ نہ کرے اگر وہ اس زمین کے فرضی کاغذات بنانے میں کامیاب ہو گیا تو بابری مسجد کی طرح ہم اس مسجد کی مسجدیت کا رونا روتے رہیں گے اور دیکھتی آنکھوں مسجد کی زمین اس کا مکان بن سکتی ہے۔ یہ چیلنج کسی ایک زمین یا علاقے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس طرح کا ٹرائل کہیں نہ کہیں پورے ملک میں چل رہا ہے یا چلنا چاہتا ہے۔

خیال رہے کہ اوقاف کی زمینیں خریدی نہیں جاسکتیں البتہ سو سال یا کچھ کم وبیش سالوں کے لئے لیز پر لی جاسکتی ہیں۔ ہاں اس مقصد کے لئے بھی کچھ قانونی چارہ جوئیاں رکاغذی کاروائیاں کرنی ہوتی ہیں جو کچھ مخلص ارباب سیاست اور متعلقہ افسر شاہی کی مدد سے آسانی سے کی جا سکتی ہیں لیکن بہر صورت ظاہر ہے کہ نئی زمینوں کی خرید، چندے کی پریشانیوں اور اور چند گزوں کے پلاٹس کے مقابل یہ محنتیں کئی گنا ہلکی بھی ہیں اور آسان بھی۔ ہمیں آزمانے کا حوصلہ دِکھانا چاہیے۔

(ج) متنوع استعمال:

وہ لوگ جو اوقاف کی زمینوں پر کام کرنے کی ہمت نہیں جٹا پاتے یا کسی ایسے خطے میں بستے ہیں، جہاں وقف کی زمینیں نہیں ہیں تو انھیں چاہیے کہ اپنے اپنے شہروں میں پہلے سے موجود ملی عمارتیں جیسے مسجدوں، مدرسوں، درگاہوں، مسافر خانوں، اسکولوں وغیرہ کی عمارتوں کا بے معاوضہ یا با معاوضہ جیسے بھی ممکن ہو گونا گوں مقاصد کے لئے استعمال کریں تا کہ ہر نئے کام کے لئے، ہر نئے آدمی کو کو، ہر بار اتنی ہی انرجی نہ لگانی پڑے، جتنی پرانے لوگ لگا چکے ہیں اور خدانخواستہ کوئی نئی صلاحیت ان چھوٹے موٹے مسائل واسباب کی وجہ سے ہمت نہ ہارنے پائے اور ملت اسلامیہ کسی نئی صلاحیت ونعمت سے محروم نہ رہنے پائے کیوں کہ حق آگاہ دل اور دیدہ بینا رکھنے والی نگاہیں بخوبی جانتی ہیں کہ عمارتوں یا مادی اسباب کی وہ حیثیت کبھی نہیں ہوسکتی جو نئی صلاحیتوں، نئے آئیڈیاز یا کم سے کم نئی ملی ضرورتوں کی ہوتی ہے اور جیسا کہ عام طور پر شکایتیں ملتی ہیں۔

اگر اس راستے میں پرانے ذہن کی کمیٹیاں آڑے آئیں، جو در اصل اتفاق سے ملی قائد بن بیٹھتی ہیں ورنہ نہ وہ ملی اہداف ومقاصد کے لیے سنجیدہ ہوتی ہیں اور نہ بالغ نظر تو انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ملی مقاصد اور ملی عمارتوں کے بیچ حائل ہوں اور ان امانتوں کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھیں، ایسی کمیٹیوں میں تبدیلیاں کی جانی چاہیے اور ملی مقاصد سے آگاہ لوگوں کو اس طرح کی جائیدادوں کا سرپرست بنایا جانا چاہیے۔

آج کے گراں مایہ دور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم ایک تیر سے کئی کئی شکار کریں اور تھوڑے وقت کے لئے استعمال میں آنے والی یک مقصدی عمارتوں کو کثیر مقاصدی بنائیں تا کہ کم از کم خرچ میں ملت کو بیش از بیش فائدہ پہنچایا جا سکے جیسے محلے محلے اور علاقے علاقے میں بنے مکتبوں کی وہ مناسب عمارتیں جو صبح یا شام دو تین گھنٹوں کے لئے ایک وقت یا کہیں کہیں دو وقت استعمال میں آتی ہیں، ان خاص اوقات کے بعد ان میں کوچنگ سینٹر، تعلیم بالغاں، ٹیوشن سینٹر، سلائی سینٹر، اسکلز ڈیولپمنٹ کورسز، کمپیوٹر سینٹر، ورک شاپس، موٹیویشنل اسپیچز، جز وقتی آفسز وغیرہ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

بڑی عمارتوں کا شادی خانہ وغیرہ کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے تا کہ ایک طرف جہاں قوم کا خاصا پیسہ مہنگے میرج ہال میں برباد ہونے سے بچے، وہیں دوسری طرف ان عمارتوں کے لئے بھی ایک چھوٹا ہی سہی ذریعہ آمدنی پیدا ہو۔ یوں ہی ہر علاقے میں موجود اسکولوں کی بلڈنگیں پانچ ر چھ گھنٹے استعمال میں آتی ہیں اور تقریباً اٹھارہ گھنٹے فری

رہتی ہیں۔ حسب ضرورت و مقصدیت ایسی بڑی بلڈنگوں کا کوئی تین/چار شفٹوں میں تین/چار بار استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایسا کیا بھی جانا چاہیے اور نہ صرف بمبئی جیسے بڑے شہروں میں بلکہ اب چھوٹے شہروں میں بھی ایسا ہونا چاہیے کیوں کہ اب کے دور کی کمر توڑ مہنگائیوں نے چھوٹے اور بڑے شہروں کی تفریق ختم سی کر دی ہے۔

شرعاً مسجدوں میں گنجائش والے کام مسجدوں کے بالائی حصوں میں انجام دیے جا سکتے ہیں کیوں کہ عام طور پر دوسری اور تیسری منزلیں صرف جمعہ یا عیدین کے لئے استعمال میں آتی ہیں۔ چوں کہ مسجدوں کے مسائل میں کافی نزاکتیں ہوتی ہیں، اس لئے مسجدوں کو مصرف بنانے سے پہلے اس سلسلے میں علمائے دین سے ضرور استفسار کر لینا چاہیے تاکہ کم سے کم مذہبی نوعیت کے وہ درجنوں کام جو دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجدوں میں انجام پاتے تھے اور آج نہیں ہو پا رہے ہیں، ان کا احیا کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خیر کی راہیں کھول دے۔ آمین

☆☆☆

چیئرمین تحریک علمائے ہند، جے پور (راجستھان) 9828049081

چہرے اور کردار سے نہیں بلکہ صرف روشنی اور جھنڈیوں سے عید میلاد النبی معلوم ہوتی ہے

مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس کے سالانہ جلسہ عید میلاد النبی ''اک نورانی محفل''، میں ''جشن عید میلاد النبی کے تقاضے'' پر علمائے کرام کا خطاب

یہ سچ ہے کہ محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اگرچہ اُسے معلوم نہیں تھا کہ ہمارا بھتیجہ خدا کا رسول ہے مگر علم الٰہی کے مطابق اسے محمد رسول اللہ کی ولادت پر ہی خوش ہونے کا انعام پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کر کے ملتا ہے جس کی طرف شان رسالت میں نقص نکالنے والوں کی نظر نہیں جاتی۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ ۳۰، اکتوبر ۲۰۲۱ء ہفتے کو بعد نماز عشا عید میلاد النبی ویلفیئر سوسائٹی مسجد خلیل اللہ کے زیر اہتمام منعقد جشن عید میلاد النبی کے سالانہ اجلاس ''اک نورانی محفل''، میں ''جشن عید میلاد النبی کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مہمان خصوصی مولانا محمد تسلیم رضا خالدی نے یہ ایمان افروز بات کہی اور سامعین کو عقیدہ عشق رسالت کا آئینہ دِکھاتے ہوئے کہا کہ اور یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے چہرے اور کردار سے کبھی جشن عید میلاد النبی ظاہر نہیں ہوتا بلکہ بارہ ربیع الاول شریف کو صرف روشنی اور جھنڈیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج یوم ولادت رسول ہے حالانکہ ہمارے چہرے اور کردار سے بھی سال کے ہر دن یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ عاشق رسول ہے جس نے اپنے کردار کو عید میلاد النبی کے جشن کا عنوان بنا رکھا ہے۔ نظامت کے فرائض مولانا محمد ظفر الدین برکاتی صدر اہل سنت اکیڈمی نے انجام دیے اور مدرسہ ابراہیمیہ مسجد خلیل اللہ کے استاد قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری نے قرآن پاک کی تلاوت سے محفل کا آغاز کیا۔ قادری مسجد کے امام مولانا فیضان احمد نعیمی نے ''رسول رحمت کی رحمت للعالمینی کے نظارے'' پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم نے ہم سے جتنی محنت فرمائی ہے اور جس قدر ہمیں یاد فرمایا ہے، اگر ہم صرف اسی کا پاس ولحاظ رکھ لیں تو پورا معاشرہ جشن عید میلاد النبی کا منظر پیش کرنے لگے اور ہم اگر نبی رحمت کی رحمت للعالمینی کا صدقہ لٹانے لگیں تو مسلم معاشرے کی غربت ختم ہونا شروع ہو جائے۔ صدر محفل مولانا محمد یعقوب علی خان قادری نے صدارتی خطاب میں کہا کہ بشر کہتے ہیں انسانی ڈھانچے کو، اسی لئے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کی زبان سے کہلوایا کہ آپ خود ہی بتا دیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں ورنہ اے حبیب! میں نے تو آپ کو نور بنایا ہے اور کتاب مبین دے کر بھیجا ہے پھر بھی اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ صرف بشر ہیں اور ہماری طرح بشر ہیں، نوری بشر نہیں تو پھر ایک طرف آپ اپنے عشق رسول کی توہین کرتے ہیں تو دوسری طرف خدائی فیصلے کا انکار کرتے ہیں جس کا حساب رب تعالیٰ ہی لینے والا ہے، خدا کی پناہ!

حافظ محبوب ظفر نظامی، مطلوب ظفر، مولانا محمد سیف (رضا مسجد) محمد میاں اشرفی، عقیل احمد، علی حسن ابراہیمی، حبیب احمد (رضا مسجد) امن رضا، سحر الدین نے نعت خوانی کی۔ عید میلاد النبی ویلفیئر سوسائٹی کی جانب سے اُردو ہندی زبان میں ''فضائل رحمت للعالمین'' کتاب سامعین کو شیرینی کے ساتھ تقسیم کی گئی اور صلوۃ وسلام کے بعد امام صاحب کی دعا پر محفل ختم ہوئی۔ محفل میں مولانا عبد السمیع قادری، مولانا ممتاز عالم مصباحی (کانپور) حافظ محمد سعید اکبر پوری، محمد شفیع عطاری وغیرہ بہت سے مقامی علمائے کرام، مساجد کے امام صاحبان اور عوام وخواص نے شرکت کی، عید میلاد النبی ویلفیئر سوسائٹی کے ارکان نے کامیاب محفل پر مصافحہ ومعانقہ کر کے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی اور خوشیوں کا اظہار کیا۔ امجد رضا علیمی، صدر مدرس دار القلم، دہلی

ہمارا بھارت

ہماری جمہوریت میں انصاف کے دوہرے پیمانے

غلام مصطفےٰ نعیمی★

آنکھوں پر پٹی اور ہاتھ میں ترازو:

یہ ہمارے نظام انصاف کی وہ تصویر ہے جو اِس ملک میں رہنے والوں کو اِس بات کی یقین دہانی کراتی ہے کہ انصاف کے ترازو میں سب ایک ہیں۔ کسی کا چہرہ نہیں دیکھا جائے گا۔ سب کے ساتھ غیر جانب دارانہ اور ایک جیسا سلوک ہوگا۔ کاش! نظام انصاف بھی اس تصویر کی طرح منصفانہ ہوتا تو یہ ملک واقعی جنت نشاں ہوتا، مگر اکثر وبیش تر ملک میں انصاف کے الگ الگ پیمانے نظر آتے ہیں۔ حالیہ کچھ معاملات میں بھی انصاف کے ایسے ایسے رنگ دیکھنے کو ملے ہیں جنہیں دیکھ کر دستور وقانون میں بھروسہ رکھنے والوں کو سخت مایوسی ہوتی ہے۔ گذشتہ کچھ واقعات کی روشنی میں انصاف کے دوہرا کردار دیکھیں:

سین نمبر ا: ۱۶ ستمبر ۲۰۲۱ء کو ضلع کچھ (گجرات) کے مُندرا پورٹ پر دو مشکوک کنٹینر پکڑے گئے۔ تلاشی کے دوران اُن میں تقریباً تین ہزار کلو ہیروئن برآمد ہوئی جس کی قیمت تقریباً بیس ہزار کروڑ بتائی جارہی ہے۔ بندرگاہوں پر غیر قانونی چیزوں کی اسمگلنگ حیرت کی بات نہیں لیکن اس معاملے نے لوگوں کا دھیان اس لئے کھینچا کہ یہ پورٹ وزیر اعظم مودی کے انتہائی قریبی اور مشہور کاروباری گوتم اڈانی کی ملکیت میں ہے۔ اس پورٹ پر اتنی بڑی مقدار میں ڈرگس کا ملنا انتہائی غیر معمولی بات تھی۔ اگر قانونی ایجنسیاں اس معاملے کی صحیح سے تحقیق کرتیں تو کئی بڑے چہرے بے نقاب ہوسکتے تھے، اتنا بڑا معاملہ اور اتنی بڑی خبر ایسے دبا دی گئی جیسے گلی کوچوں میں ہونے والی بچوں کی نوک جھونک کی خبر دبا دی جاتی ہے۔

سین نمبر ۲: ۲۱ اکتوبر کو راجستھان کے ضلع جھنجھنو میں کشمیر کے سابق اور میگھالیہ کے موجودہ گورنر ستپال ملِک نے ایک سنسنی خیز دعویٰ کرتے ہوئے بتایا کہ جب وہ کشمیر کے گورنر تھے تو اُن کے پاس دو ایسی فائلیں آئیں جو اُنہیں مشکوک اور غیر قانونی محسوس ہوئیں۔ ان کا شک اُس وقت یقین میں بدل گیا جب ان کے سکریٹری نے اُنہیں بتایا کہ اگر وہ اُن دونوں فائلوں کو منظوری دے دیں تو اس کے عوض اُنہیں تین سو کروڑ روپے ملیں گے۔ ملک صاحب کے بقول انہوں نے تین سو کروڑ روپے کی رشوت کا لالچ نہیں کیا بلکہ آفر ٹھکراتے ہوئے ان فائلوں کو واپس لوٹا دیا۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک فائل آر ایس ایس سے وابستہ ایسے لیڈر کی تھی جو کشمیر کی مخلوط حکومت میں بی جے پی کوٹے کا وزیر تھا اور وزیر اعظم کا قریبی مانا جاتا تھا، جب کہ دوسری فائل ملک کے مشہور کاروباری انل امبانی کی تھی، جن کی وزیر اعظم سے قربت ڈھکی چھپی نہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ستپال ملک خود بی جے پی لیڈر ہیں اس لئے اپنی ہی پارٹی کے لیڈر اور اپنے ہی وزیر اعظم کے منظور نظر پر کرپشن کے الزام کو ہلکا نہیں سمجھا جاسکتا۔ اپنی ہی حکومت اور اپنے ہی لوگوں کے خلاف اتنا بڑا بیان دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ جسے اپوزیشن کا الزام سمجھ کر ہوا میں اڑا دیا جائے مگر انصاف کے کانوں تک اتنی بڑی خبر ابھی تک شاید نہیں پہنچی۔

ذرا تصور کریں کہ اگر اسی خبر کا تعلق کسی اور سے ہوتا تو کیا اب تک قانونی ایجنسیاں اسی طرح انجان رہتیں؟ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خود سے ایکشن لینے والا سپریم کورٹ آخر اتنے بڑے معاملے پر کیوں خاموش ہے؟

سین نمبر ۳: ۲ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو ممبئی سے ایک کروز جہاز (cruise ship) گوا جارہا تھا۔ جہاز کے مسافر آرام وسکون کے ساتھ سمندری لہروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سفر طے کررہے تھے، اسی درمیان نارکوٹکس کنٹرول بیورو (NCB) نے اس جہاز پر چھاپا مارا۔ اسی جہاز پر فلم ایکٹر شاہ رخ خان کا بیٹا آریان خان بھی سفر کررہا تھا۔ اس چھاپے میں این سی بی نے قریب نو دس لوگوں کو گرفتار کیا، ان کے ساتھ ساتھ شاہ رخ خان کے بیٹے آریان کو بھی گرفتار کرلیا۔ حالانکہ گرفتاری کے وقت نہ تو آریان خان کے پاس سے کوئی ڈرگس برآمد ہوا، نہ ہی گرفتاری کے وقت وہ کسی نشے میں تھا مگر محض شک کی بنیاد پر اُسے گرفتار بھی کیا گیا اور اس کی گرفتاری کو ہائی لائٹ بھی کیا گیا۔ اس کے بعد

میڈیا نے اس خبر کو بریکنگ نیوز بنا کر بحث ومباحثہ کا موضوع بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آریان خان کی گرفتاری، اس کی گذشتہ زندگی اور اس کے باپ شاہ رخ خان کو نشانہ بنا کر ایسا ماحول بنایا گیا کہ مانو ملک میں اس سے بڑا موضوع اور مدعا کوئی ہے ہی نہیں۔

اس کے بعد سے ہی این سی بی افسران آریان خان کے واٹس ایپ چیٹ، اس کے پچھلے معاملات اور اس کے دوستوں سے لگاتار پوچھ تاچھ کر رہے ہیں۔ این سی بی افسران ایسے اشارے دے رہے ہیں کہ آریان کا تعلق کسی انٹرنیشنل اسمگلنگ گروہ سے ہے۔ اس درمیان میڈیا بغیر کسی حوالے کے من گھڑت اور فرضی خبریں چلا رہا ہے، این سی بی کے افسر اس طرح میڈیا چینلوں پر انٹرویو دے رہے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بڑا معرکہ سر کر لیا ہو۔ یاد رہے کہ یہ وہی این سی بی ہے جو بیس ہزار کروڑ روپے کی ڈرگس پر منہ میں دہی جمائے بیٹھی ہے اور بغیر ڈرگس ملے آریان خان کو نشانے پر لیے ہوئے ہے۔

سین نمبر ۴: اکتوبر کے دوسرے عشرے ہی میں یوپی کے پرتاپ گڑھ ضلع میں توفیق نامی نوجوان کو پولیس نے ایک کیس کے سلسلے میں حراست میں لیا۔ اس دوران پولیس کسٹڈی میں ہی اس کی موت ہوگئی۔ اہل خانہ کے مطابق توفیق کی موت پولیس کی گولیوں سے ہوئی۔ توفیق ایک غریب خاندان کا چشم و چراغ تھا، کچھ وقت پہلے ہی اس کی شادی ہوئی تھی، ایک بیٹا ہے جو، اب یتیم ہو چکا ہے۔ توفیق کی نو بیاہتا بیوی، بیوہ بن چکی ہے مگر پورے صوبے میں اس بے گناہ کی موت پر مرگھٹ سا سناٹا ہے۔ میڈیا، قانونی ادارے سب ایسے خاموش ہیں جیسا کچھ ہوا ہی نہیں۔

یہ کیسا انصاف؟ یہ معاملات گذشتہ ایک ماہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ ان میں سے دو کا تعلق حکومت اور اس کے قریبی لوگوں سے جڑے ہیں تو دو تعلق اُن لوگوں سے ہے جنہیں مسلمان کہا جاتا ہے۔ اب ان معاملات کا ایک دوسرے سے موازنہ کیجیے اور انصاف کا کھیل سمجھئے:

اڈانی کی مُندرا پورٹ پر جو ڈرگس پکڑی گئی وہ تین ہزار کلو یعنی تقریباً بیس ہزار کروڑ کی ہے۔ یہ ڈرگس افغانستان سے آ رہی تھی، یعنی سیدھے طور پر اُس کیس میں انٹرنیشنل اسمگلر جڑے ہیں۔ نشے کی اتنی بڑی کھیپ ملنے کے باوجود این سی بی کا اُس کیس میں ٹھنڈا پڑ جانا، میڈیا کا اتنا ہائی پروفائل معاملے پر گونگا بن جانا بغیر کسی دباؤ کے ممکن ہے؟ آخر وہ کون لوگ اور کون سی طاقت ہے جس کے خوف یا اشارے پر اتنی بڑی ڈرگس ملنے کے بعد بھی این سی بی اور میڈیا کا منہ اور تحقیق بند ہے۔

اس کے مقابلے میں آریان خان کا کیس دیکھیں کہ آریان کے پاس سے ڈرگس برآمد ہوا، نہ ہی وہ نشے میں تھا، مگر این سی بی افسران اسے انٹرنیشنل ڈرگ پیڈلر ثابت کرنے کی جی توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اڈانی پر خاموشی اور آریان پر ضرورت سے زیادہ تیزی این سی بی کی غیر جانب داری پر سوالیہ نشان کھڑے کرتی ہے۔

این سی بی افسران ڈرگس کیسوں میں کس ذہنیت کے ساتھ کام کرتے ہیں اس کا اندازہ فلم انڈسٹری کے ہی دوسرے واقعے سے لگائیں۔ چند ماہ پیش تر این سی بی نے ٹی وی کا میڈین بھارتی سنگھ اور اس کے شوہر ہرش لمبا چیا کو گانجے کے ساتھ رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا۔ دونوں کو این ڈی پی ایس کورٹ میں پیش کیا گیا جہاں حیرت انگیز طور پر سرکاری وکیل چھٹی پر تھا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دونوں کو حراست میں رکھا جاتا اور اگلے دن دوبارہ کورٹ میں پیش کیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا، جرم پر جرح ہو نہیں سکتی تھی اس لئے وکیل صفائی کی طرف سے ضمانت کی اپیل کی گئی۔ جج صاحب بھی بڑے معاملہ فہم تھے انہوں نے ایک ہی دن میں محض پندرہ ہزار روپے کے مچلکے پر دونوں کو ضمانت دے دی جب کہ شاہ رخ کے بیٹے کو بیس دن گزر جانے کے بعد بھی ضمانت نہیں دی گئی۔ اتنے دن گزر جانے اور این سی بی افسران کی لاکھ کوششوں کے بعد بھی ثبوت کے نام پر ایک پتّا تک نہیں ملا مگر جج صاحبان آریان کو کسی طرح کی رعایت دینے تیار نہیں۔ کیا آریان ''خان'' ہونے کی سزا بھگت رہا ہے؟

اس درمیان سرکاری وکیل اور جج صاحبان نہایت مستعدی کے ساتھ احکام کی بجا آوری میں مشغول ہیں۔

گورنر ستیہ پال ملک نے کھلے عام امبانی گروپ اور اپنی ہی پارٹی کے ایک لیڈر پر غیر قانونی امور میں ملوث ہونے، کرپشن اور رشوت دینے کا الزام لگایا۔ ایک ذمہ دار شخص نے آن کیمرہ اتنا بڑا بیان دیا مگر ای ڈی (E.D.) انکم ٹیکس اور دیگر قانونی ادارے نہ جانے کہاں گم ہوگئے ہیں۔ نظام انصاف مکمل خاموش ہے مگر یہی انصاف اعظم خان کی تعمیر کردہ جوہر یونیورسٹی کی زمین چھیننے اور تعلیمی درس گاہوں کو توڑنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ ایک طرف تین سو کروڑ کی رشوت

پر مکمل خاموشی ہے تو دوسری طرف اعظم خان جیسے قدآور لیڈر پر بکری چوری کے الزام میں مقدمہ درج کیا جاتا ہے۔کہاں تین سو کروڑ اور کہاں معمولی سی بکری مگر انصاف بکری کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ حساس اور تین سو کروڑ کے معاملے پر مون وِرَت سادھے ہوئے ہے۔تین سو کروڑ رشوت کا سرا امبانی اور آر ایس ایس کی طرف جاتا ہے جب کہ بکری کی رسّی ''خان'' کے گلے میں باندھ دی گئی ہے۔اس لئے قانون کو بکری کی فکر زیادہ ہے اور تین سو کروڑ کی بالکل فکر نہیں۔

پولیس کسٹڈی میں توفیق نامی نوجوان کی موت پولیس زیادتی کی پہلی کہانی نہیں۔گذشتہ کچھ ماہ میں مسلسل پولیس کے ہاتھوں کئی افراد نے اپنی جان گنوائی ہے۔گذشتہ مہینے گورکھ پور میں منیش گپتا نامی شخص کو پولیس والوں نے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا تھا۔وہ تو مرنے والے کی خوش قسمتی کہیے کہ وہ ہندو سماج کا فرد نکلا، جس کی بنا پر تمام سیاسی پارٹیوں اور میڈیا والوں نے پولیس کے خلاف جم کر آواز اٹھائی جس کی بدولت خاطی پولیس افسران کو معطل کیا گیا اور ان کے خلاف مقدمہ بھی درج ہوا۔اس کے علاوہ مرنے والی کی بیوی کو سرکاری نوکری اور دس لاکھ کی امدادی رقم بھی دی گئی۔حکومتی امداد سے پہلے ہی سماج وادی پارٹی کے صدر اکھلیش یادو بھی متوفی کے اہل خانہ کو بیس لاکھ روپے کی امداد دے چکے تھے۔

توفیق کی موت بھی پولیس کسٹڈی میں ہوئی مگر اس کے اہل خانہ کے آنسو پوچھنے کے لئے کوئی سیاسی لیڈر پہنچا نہ حکومت کا کوئی کارندہ۔نہ ہی ان خاطی پولیس والوں کے خلاف کسی طرح کی کوئی کارروائی ہوئی اور ہونے کی امید بھی نہیں کیوں کہ آج کل انصاف نام اور مذہب دیکھ کر کیا جا رہا ہے۔اس لئے توفیق کی بیوہ کی آہیں بھی شاید انصاف کے کانوں تک پہنچ نہیں پائیں گی، پہنچ بھی گئیں تو جانچ اور حقائق کے نام پر اہل خانہ پر نئی مصیبتوں کا دروازہ کھل سکتا ہے۔کیا کریں نظام انصاف ہے ہی اتنا نازک مزاج ہے کہ اگر اُسے ذرا سی ٹھیس پہنچی تو فریادی کی شامت آسکتی ہے۔

☆☆☆

☆مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی

۱۶ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ / ۲۳،اکتوبر ۲۰۲۱ءبروز ہفتہ

علمائے کرام کے ہاتھوں نجف گڑھ روڈ نگلی ڈیری راناجی انکلیو دہلی میں کلیۃ فاطمہ زہرا کا افتتاح

۲۸ ستمبر ۲۰۲۱ء کو پیر کے دن نجف گڑھ روڈ پر واقع نگلی ڈیری، راناجی انکلیو کی ''رضا بسم اللہ نوری مسجد'' میں علمائے اہل سنت والجماعت کے ہاتھوں مسلم بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مدرسہ کلیہ فاطمہ زہرا کا افتتاح عمل میں آیا۔نوری مسجد کے امام وخطیب مولانا عبدالخالق نعیمی نے تلاوت کلام اللہ سے محفل کا آغاز کیا۔نظامت کی ذمہ داری مولانا محمد مبشر حسن مصباحی ریسرچ اسکالر (جے این یو) نے انجام دی۔مہمان خصوصی مولانا محمد ظفر الدین برکاتی (مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنز الایمان دہلی) نے قرآن شریف کی قدرتی حفاظت سے متعلق معروف آیت کریمہ کے حوالے سے فکر ساز خطاب میں کہا کہ قرآن حکیم کی اِس آیت کی تلاوت وتفسیر کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی تعلیم وتدریس اور تلاوت وترتیل کا یہ عظیم کام، مساجد و مدارس اور مکاتب کے ذریعہ ہی بڑے پیمانے پر ہوگا، جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی دینی تعلیمی ادارے اور مساجد قرآن کی حفاظت سے متعلق قدرتی نظام کا حصہ ہیں۔دوسری حقیقت یہ ہے کہ دینی مدرسہ اور مسجد سے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے مرد حضرات قرآن کی حفاظت کے نظام کا حصہ ہیں، اسی طرح عورتیں بھی اس کے تحفظ کا مبارک فریضہ انجام دیتی ہیں۔اِس تناظر میں لڑکیوں کی درس گاہ اور بچیوں کے لئے قائم مدرسہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اگر صرف مرد حضرات ہی تعلیم یافتہ ہوں اور خواتین تعلیم سے محروم ہوں تو پھر آدھا سماج ہی تعلیم یافتہ ہوگا تو پھر اصلاح کی راہ بھی مشکل ہوتی جائے گی۔آج کی تاریخ میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ دینی تعلیمی ادارے اور مدارس ہی اسلام کے حفاظتی قلعے ہیں جن کے ذریعہ دین کی حفاظت اور آبیاری ہو رہی ہے۔مدرسہ کے بانی ومنتظم مفتی محمد شاداب حیدر مصباحی ازہری نے کہا کہ انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، اگر ماں تعلیم یافتہ ہو تو بچے بھی علم وعمل سے آراستہ ہوتے ہیں اور سماج بھی ترقی کرتا ہے، اسلام کی تاریخ اِس لحاظ سے روشن ہے کہ مردوں کے دوبدوش خواتین نے بھی ہر دور میں علم وفن اور تعلیم وتربیت کی خدمت کا کردار نبھایا ہے، اسی لئے ہم نے کلیۃ الزہراء کی بنیاد یہاں رکھی ہے۔یہاں ابتدائی تعلیم، دینیات اور درس نظامی کے ساتھ عصری علوم کی بھی تعلیم ہوگی۔معلمات کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اور داخلہ کی کارروائی جاری ہے۔مقامی اور معزز عالم دین حضرت مولانا سید رخسار بریلوی صاحب (نہال وِہار) کے دعائیہ کلمات پر محفل ختم ہوئی۔افتتاحی محفل میں مولانا حامد رضا ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی، مولانا غلام ربانی سراجی، قاری محمد راقم امام بھرت وِہار جامع مسجد، قاری نصر اللہ بریلوی، مولانا سمیر الدین امام وخطیب چاند مسجد پریم وِہار کے علاوہ بہت سے مقامی علمائے کرام اور عوام وخواص کی ایک اچھی تعداد شریک تھی۔

رپورٹ: محمد مبشر حسن مصباحی، ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی-9871958169

بزم ادب

رضوان واسطی کا اسلوب نگارش۔ایک جائزہ

محمد نیر الحق★

اردو شاعری کی دنیا میں جناب سید رضوان الحق ،رضوان واسطی کا نام ایک پُروقار اور مہذب شخصیت کی حامل ہے جن کو جن لوگوں نے جانا، ان کی شاعری اور ان کی قلم کاری دونوں کو مانا۔انہوں نے اپنی شاعری میں اپنے عہد کے تمام سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور شعری رجحان کو برتا ہے۔ان کی شاعری میں سوز و گداز اور لفظوں کو برتنے کا سلیقہ بہت عمدہ ہے جن کے مطالعے سے قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کی یہ ان کی دلی کیفیت ہے یا شاعر کی۔

آپ کا پورا نام سید رضوان الحق ہے۔۱۰ جون کو ۱۹۴۶ء میں جھارکھنڈ کے شہر جمشید پور میں پیدا ہوئے۔آپ اردو فارسی اور انگریزی ادبیات کے عالم ہیں۔ادبیات کے موضوع پر آپ کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں آٹوگراف، سچ (اردو، ہندی) اور اس کے علاوہ کئی کتابیں زیر طبع ہیں۔صغرسنی میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔آپ کے والد مرحوم سید افضال الحق عالم دین، شاعر اور حکیم تھے۔باوجود اس کے آپ نے ایم اے، بی ایڈ کی تعلیم مکمل کیا اور پیشہ کے لئے درس وتدریس اختیار کیا۔آپ کی شاعری نعتیہ ہو یا غزلیہ، نظمیہ ہو یا رزمیہ زبان و ادب کا حسین مرقع ہے اور دنیائے شعر و ادب میں شاہ ہفت اقلیم کی حیثیت رکھتا ہے۔مضامین کی ندرت، افکار کی نزاکت، خیالات کی بلند پروازی، محاورات اور ضرب الامثال کے برمحل استعمال کا اسلوب حاضر خدمت ہیں۔

الفاظ و اصوات: شعر و سخن میں الفاظ و اصوات کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ہمارے افکار و نظریات، تخیلات و تصورات، جذبات واحساسات کے پرتو، الفاظ و اصوات کی شکل میں اجاگر ہوتے ہیں اور اُن کی تصویر کشی الفاظ کے پیکروں سے ہوتی ہے۔یہ الفاظ جس قدر موزوں اور مناسب ہوں گے اس کے اثرات اتنے ہی دیر پا اور پر رونق ہوں گے۔فکر و شعور میں جدت و ندرت کی زیادتی الفاظ و اصوات سے ہوتی ہے۔رضوان واسطی کے ایک نعتیہ کلام کا اسلوب ملاحظہ کریں جس میں اس کے حسن و زیبائی کے ساتھ ساتھ موزوں الفاظ و اصوات کی معنویت کا پتہ چلتا ہے اور الفاظ میں خلوص کی گیرائی و گہرائی کا ایک جز یہ حقیقت میں قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

زمانے بھر کے غموں کا شمار کیا کرنا
ہر ایک غم کا مداوا ملے مدینے سے
ہے خاک پائے نبی جو وہی خاک شفاء
ہر اک مرض کی دوا ملے مدینے سے
ہر اک قدم پہ اندھیرا سہی مگر رضواںؔ
ملی ہے اور ملے گی ضیاء مدینے سے

(آٹوگراف ص ۲۸)

مذکورہ اشعار کی موزونیت اور حسن و لطافت فنیّ، ادبی اور لسانی اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔اپنی معصیت پر جب خدائے ذو الجلال کے سامنے گریاں ہوئے ہیں تو آقائے دوعالم، رحمت عالم، حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں۔اس موقع پر الفاظ گریاں کا استعمال کس مناسب انداز سے فرمایا ہے۔

ہم خطا کار ہیں، ہم گنہگار ہیں، راہ سے تیرے بھٹکے ہوئے ہیں مگر
تیرا رضواںؔ تیرے ہی غلاموں میں ہے ہو نگاہ کرم کا اشارہ نبی

(آٹوگراف ص ۲۷)

زبان کی سلاست وبیسا ختگی: فن شاعری میں زبان کی سلاست و بیساختگی بھی جزء لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ اس فن کی رونق اور تابناکی کو دوبالا کر دیتی ہے اور یہ سلاست سنجیدہ، لہجہ، مخارج کی سہولت، حسن و رونق کی موجودگی، الفاظ کے حسن انتخاب، آمد طبیعت کی فروانی اور لطافت ترکیب سے پیدا ہوسکتی ہے۔

رضوان واسطی کا کلام سلاست بیان اور لطافت زبان کا آئینہ دار ہے۔چند اشعار ضیافت طبع کے لئے حاضر خدمت ہیں۔

شباب پر تھی تیرے انتظار کی آہٹ
دھڑک کے رہ گئی زینوں پہ پیار کی آہٹ

کہیں پہ جوالہ مکھی پھوٹنے کو ہے بیتاب
زمیں کی تہ میں ہے کیوں انتشار کی آہٹ
کھلے دریچے رہے بے قرار آنکھوں کے
مگر نہ کانوں میں گونجی قرار کی آہٹ
گلاب، گیہوں، چنا، کھڑے ہے کیوں خاموش؟
کہیں سنائی تو دیتی ہے بہار کی آہٹ
تمہاری یاد دبے پاؤں آتی ہے رضواںؔ
کوئی شکاری لے جیسے شکار کی آہٹ

(آٹوگراف ص ۵۷)

احساس و ادراک: شعروسخن میں احساس وادراک کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ کسی واقعہ یا حادثہ جانکاہ کی طرح شعروسخن بھی احساسات کو برانگیختہ کرنے اور شریانوں میں بیداری پیدا کرنے میں پیچھے نہیں۔ ایک باکمال اور قادرالکلام شاعر اپنی شعروشاعری کے ذریعہ انسان کے خوابیدہ جذبات کے اندر ایسی صورتیں پیدا کر دیتا ہے جس سے عقل وخرد کے بند دروازے وا ہوجاتے ہیں۔

رضوان واسطی کے کلام میں بھی احساس وادراک پایا جاتا ہے اور اس کی دھمک دور سے ہی محسوس کی جاتی ہے۔

اشک بن کر آسماں پر آنکھ کے چھا جاؤ گے
جب کوئی ٹوٹے گا تارہ تم بہت یاد آؤ گے
جب کبھی ساون کی شب میں گونجے گی کوئل کی کوک
تم نہ ہوگے دور رہ کر بھی بہت تڑپاؤ گے
کوئی سننا نہیں چاہے گا دل کی داستاں
اپنی ہی آواز کے پتھر سے ٹکرا جاؤ گے
ذہن خوابیدہ مگر رضواںؔ سکوں دشوار ہے
موت کی آغوش میں اس طرح تم سو جاؤ گے

(سچ (شاعری) ص ۸۲)

اثر انگیزی: شاعری اور شعروسخن کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ جہاں اشعار میں جذبات، احساسات اور ادراکات کی تراکیب کی دل کشی، لفظوں کی برمحل ساخت، علائم و اسرار کا جمال، جملوں کا بانکپن اپنی جگہ اٹل ہیں لیکن اگر اس کے اندر قوت تاثیر نہیں تو کچھ نہیں۔ اس کے برعکس اگر اُن میں توانائی کی تاثیر ہے تو اس کی عمدگی میں چار چاند لگ جاتا ہے۔ وہ نظم برائے ادب نہ رہ کر زندگی کی ایک نرالی مثال بن جاتی ہے۔ رضوان واسطی کی شاعری میں اثر وتاثیر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ آپ رقم طراز ہیں:

میری باتیں ہیں قیمتی پھر بھی
کان کوئی دھرے دھرے نہ دھرے
جام آنکھوں سے بس پلاتے رہیں
پیاس کا کیا مرے مرے نہ مرے
زندگی کا جوا ہے کھیل تو لیں
چال ساری ہرے ہرے نہ ہرے
اشک پی کر ہی جی لیے رضواںؔ
کوئی جھرنا جھرے جھرے نہ جھرے

(آٹوگراف ص ۱۴۸)

منظر کشی: اردو شاعری میں منظر کشی کو بھی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ منظر کشی کے مضمون کو قاری دل کی گہرائیوں سے پڑھتا ہے، پھر رفتہ رفتہ اس کے ذہن ودماغ میں ایک وجد آفرین کیف وسرور چھا جاتا ہے اور وہ اس میں کھو جاتا ہے۔ کبھی مارے خوشی کے چہرے پر فرط و مسرت کی لہریں دوڑ جاتی ہیں اور کبھی کبھی آنکھیں آب دیدہ ہوجاتی ہیں۔

رضوان واسطی نے اپنے کلام میں بہت سے حسین منظر کشی کے چراغ روشن کیے ہیں۔ آپ نے مدینہ شریف اور وہاں کے در ودیوار گنبد وچوکھٹ کی جو منظر کشی فرمائی ہے، اس سے ایک قاری کے دل میں مدینہ شریف کا یاد تازہ ہوجاتا ہے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دعا ہے یہ شام وسحر اللہ اللہ — مدینے کا پھر ہو سفر اللہ اللہ
ابھی تک تصور میں چھایا ہوا ہے — حبیب خدا کا وہ گھر اللہ اللہ
وہ مینار، جالی وہ چوکھٹ نبی کی — وہ گنبد و دیوار و در اللہ اللہ
وہ ہے روضۃ الجنہ یا رشک جنت — میں خوش ہوں جسے چوم کر اللہ اللہ
ہے سرمایہء زندگی میرے دس دن — مدینے کا شام وسحر اللہ اللہ

(آٹوگراف ص ۱۷۶)

مختصر زمین: فن شاعری میں آسان اور مختصر زمین کی بھی اہمیت کچھ کم نہیں۔ اس زمین میں دل نشین اور دل گداز اشعار کہنا بہت ہی مشاق شاعر کا کام ہے۔ چونکہ اس میں زبان بہت آسان اور سلیس اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اشعار ایسے ہوتے ہیں جیسے باتیں کرتے ہیں۔

رضوان واسطی نے چھوٹی زمینوں پر بھی طبع آزمائی فرمائی ہے اور میدان زبان وادب میں اپنے ان منٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ چھوٹی زمین میں نہایت حسین اور سلیس انداز میں شعریوں کہتے ہیں

یہ نیا کیسے اترے پار ؟ — نہ کوئی مانجھی نہ پتوار
کہیں جگ پھولوں والی بیل — کہیں جگ دو دھاری تلوار
غریبی میں بھی خوش کچھ لوگ — امیری میں بھی جیون بھار
ملا کر ہاتھ سے رضوانؔ ہاتھ — گرا دیں نفرت کی دیوار

(سچ ص ۴۳)

حوالہ جات: (۱) ساغر جم جام سفال
(۲) آٹوگراف (۳) سچ (اردو)

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر کولہان یونیورسٹی، چائباسا، جمشید پور (جھارکھنڈ)
naiyarhaque30@gmail.com
7061553507

خطبہ علمی کے مصنف کون؟

ہندو پاک کے اکثر شہر و دیہات کی مسجدوں میں جمعہ وعیدین (عید الفطر وعید الاضحیٰ) کے موقع پر خطبے کی ایک قدیم کتاب سے خطبہ پڑھا جاتا ہے اور آج تک خطبے کی یہ کتاب کثیر تعداد میں چھپ کر تقریباً ہر کتب خانے سے دستیاب بھی ہوجاتی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ خطبات جمعہ کی اِس کتاب کے مصنف کون ہیں؟ جی ہاں اس کے مصنف ہیں حضرت مولانا محمد حسن علمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہی حضرت مولانا حسن علمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک قابل فخر استاد کا تعارف خطبات کے اخیر میں درج ذیل القاب کے ساتھ فرماتے ہیں:

''اِس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب عزّ اسمہ سے یہ ہے کہ آپ نے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب بہ انّك لعلی خلق عظیم کے ہم سب مؤمنین کو بعفو جرائم وعصیاں اور فیضان توفیق واحسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد ومولیٰ عالمِ علمِ ربّانی، مقبول بارگاہِ سبحانی، مخزن اسرارِ معقول ومنقول، کاشف استارِ فروع واُصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر اِحسان، مظہر امتنان، مولانا ومخدومنا لوذعی زمان، مولوی رضا علی خان کو، بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العالمین۔''

کیا آپ کو معلوم ہے کہ مذکورہ جن القاب کا حضرتِ مصنف نے ذکر فرمایا ہے، آخر اُن اوصاف کے حامل بزرگ کون ہیں؟

وہ ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان عالم علم ربانی، مقبول بارگاہِ سبحانی حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولانا حسن علمی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنّی صحیح العقیدہ واعظ وناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدّاح اور میرے جدّ امجد (امام رضا علی خان) قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۸، ص ۷۴۴)

محمد عبداللہ نعیمی، امام جامع مسجد بیاور، اجمیر شریف 9828498592

ضروری اطلاع

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے اعزازی اور عمومی قارئین کے پتے، فون وموبائل نمبر اور پن کوڈ کی جانچ کر کے دوبارہ اندراج کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، اس لئے جن قارئین کو ماہ نامہ نہیں مل رہا ہے، وہ فون کر کے اپنی تفصیلات دوبارہ بھیج دیں تاکہ رسالے کو آپ کے پتے پر پہنچانے کو یقینی بنایا جاسکے۔ جن حضرات کے ذمے رسالے کا زرِ سالانہ باقی ہے، انھیں اطلاع دی جائے گی، اگر وہ باقی رقم جمع کرتے ہیں تو اُن کو رسالہ جاتا رہے گا، ورنہ بند کر دیا جائے گا۔ (ادارہ)

بزم سخن

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

موت کے بعد کا تحفہ ہو ضروری تو نہیں
سوچئے ! خلد کہیں اذن حضوری تو نہیں؟

کیجیے عشق خدا ، عشق محمد سے جدا
خود سے پھر پوچھئے تصویر ادھوری تو نہیں؟

مجھ کو تاریخ میں سایہ نہیں ملتا اُن کا
یا نبی آپ کے نعلین بھی نوری تو نہیں ؟

عشق قوسین سے آگے بھی بلا سکتا ہے
آخری تھی وہ ملاقات ضروری تو نہیں ؟

نعت لکھنے میں تغافل بھی خطا ہے صاحب
دیکھنا یہ ہے خطا ایسی شعوری تو نہیں

اصل اشعار تو اشکوں میں نہاں ہیں عرفی
نعت جو لفظ میں ڈھلتی ہے وہ پوری تو نہیں

نعت گو: سید عرفی ہاشمی

نعت پاک

ہر طرف لوگ ہیں دنیا میں ستانے والے
یا نبی آپ ہیں دکھ درد مٹانے والے

اے صبا جا کے مدینے میں تو کہنا اُن سے
کیوں ستاتے ہیں مجھے اتنا زمانے والے

اب کسی بات کا خطرہ نہیں رہتا مجھ کو
سن لو! آقا ہیں مری بات بنانے والے

ہم بھی مشتاقِ مدینہ ہیں کئی برسوں سے
دلِ مضطر کو ہیں کب در پہ بلانے والے

کلام خسرو

برہم ہی رہا ظالم کر ڈالے جتن سارے — یہ جان و دل و ایماں اس شوخ پہ سب وارے
اتنا ہی کہا تھا بس عاشق ہوں تیرا پیارے — آمادہ بہ قتل من آں شوخ ستم گارے
ایں طرفہ تماشہ بیں نہ کردہ گنہ گارے

مجھ کو نہ رُلا قاصد اور خود بھی نہ رو قاصد — صدقے تیرے قدموں کے یوں وقت نہ کھو قاصد
کہہ دینا وہی جا کر جو دیکھا یہاں قاصد — گر نام و نشانِ من پرسند بگو قاصد
آوارہ و مجنونے رسوا سر بازارے

بیمارِ محبت ہوں مونس نہ کوئی ہمدم — دیدار کی حسرت ہے اور نزع کا ہے عالم
گھبرا کے تپِ غم سے کہتا ہے مریضِ غم — اے عیسیِ بیماراں در ہجر تو رنجورم
شاید نہ خبر داری از حالت بیمارے

گو لاکھ طبیبوں نے نسخے پہ لکھا نسخہ — لیکن مرضِ فرقت بڑھتا ہی گیا بڑھتا
اب تک نہ ہوا اچھا ہوگا نہ کبھی اچھا — گر خواہی شفا باشد بیمارِ محبت را
یک جرعہ خدا را دے از لذت دیدارے

از لذتِ دیدارش خسرو چہ تواں گفتم — سر دادم و جاں دادم نا دیدہ رخ یارے

مرید خاص سلطان دہلی محبوب الٰہی حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء چشتی علیہما الرحمۃ والرضوان

سن لو میری اِلتجا اچھے میاں

سن لو میری اِلتجا اچھے میاں — میں تصدق میں فدا اچھے میاں
اب کمی کیا ہے خدا دے بندہ لے — میں گدا تم بادشا اچھے میاں
دین و دنیا میں بہت اچھا رہا — جو تمہارا ہو گیا اچھے میاں
اس بُرے کو آپ اچھا کیجیے — آپ اچھے میں بُرا اچھے میاں
ایسے اچھے کا بُرا ہوں میں بُرا — جن کو اچھوں نے کہا اچھے میاں
میں حوالے کر چکا ہوں آپ کے — اپنا سب اچھا بُرا اچھے میاں
آپ جانیں مجھ کو اِس کی فکر کیا — میں بُرا ہوں یا بھلا اچھے میاں
مجھ بُرے کے کیسے اچھے ہیں نصیب — میں بُرا ہوں آپ کا اچھے میاں
اپنے منگتا کو بُلا کر بھیک دی — اے میں قربانِ عطا اچھے میاں
مشکلیں آسان فرما دیجیے — اے مرے مشکل کشا اچھے میاں

قبر میں جلوۂ جاناں کی زیارت ہوگی
موت کو ہم بھی گلے سے ہیں لگانے والے

لو لگی آپ سے ہر ایک کی ہے محشر میں
عاصیو آؤ! شفاعت ہیں دِلانے والے

بے خطر آتش دوزخ سے گزر جائیں گے
اپنے ہونٹوں پہ درودوں کو سجانے والے

ہائے کیا ہوگا ترا پیش خدا اے رومیؔ
بس محمد ہیں وہاں پار لگانے والے

نتیجۂ فکر: امتیاز رومی

نہ دیکھا نہ سنا

اک مصور تھا بہت اپنے ہنر میں یکتا
سن کے آواز وہ تصویر بنا لیتا تھا
ایک دن میں نے بصد ناز یہ چپکے سے کہا
ایک تصویر شہنشاہ دو عالم کی بنا
ایسی تصویر کہ ہو جس سے نمایاں ہر بات
جس سے ظاہر ہو شہنشاہ دو عالم کے صفات
ان کے کردار کے ہر ظاہر و باطن حالات
کیا مصور تھا عجب واقف اسرار تھا وہ
یعنی امت کا بڑا مونس و غم خوار تھا وہ
صاحب وصف تھا اور صاحب کردار تھا وہ
الغرض سوچتا ہوں کتنا سمجھ دار تھا وہ
ایک دن اس نے دِکھائی شہ لولاک کی شان
رکھ دیا اُس نے میرے سامنے لاکر قرآن
مجھ سے کہنے لگا لو دیکھ لو تصویر ہے یہ
جس کی تفسیر ہیں آقا وہی تحریر ہے یہ
اس میں یاسیں ہے کہیں اور کہیں طٰہٰ ہے
کہیں والیل ہے والشمس ہے وضحٰها ہے
پردۂ آیات سے جب میں نے نبی کو دیکھا
منہ سے بے ساختہ اُس وقت یہ میرے نکلا

میری جھولی بھر دو دست فیض سے / حاضرِ دَر ہے گدا اچھے میاں
دَم قدم کی خیر منگتا ہوں ترا / دَم قدم کی خیر لا اچھے میاں
جاں بلب ہوں دردِ عصیاں سے حضور / جاں بلب کو دو شفا اچھے میاں
دشمنوں کی ہے چڑھائی الغیاث / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نفس سرکش در پئے آزار ہے / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
شام ہے نزدیک صحرا ہول ناک / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نزع کی تکلیف اِغوائے عدو / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
وہ سوالِ قبر وہ شکلیں مہیب / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پرسشِ اعمال اور مجھ سا اثیم / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بارِ عصیاں سر پہ رعشہ پاؤں میں / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خالی ہاتھ آیا بھرے بازار میں / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
مجرمِ ناکارہ و دیوانِ عدل / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پوچھتے ہیں کیا کہا تھا کیا کیا / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پا شکستہ اور عبورِ پل صراط / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خائن و خاطی سے لیتے ہیں حساب / ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بھول جاؤں میں نہ سیدھی راہ کو / میرے اچھے رہنما اچھے میاں
تم مجھے اپنا بنا لو بہر غوث / میں تمہارا ہو چکا اچھے میاں
کون دے مجھ کو مرادیں آپ دیں / میں ہوں کس کا آپ کا اچھے میاں
یہ گھٹائیں غم کی یہ روزِ سیاہ / مہر فرما مہ لقا اچھے میاں
احمد نوری کا صدقہ ہر جگہ / منہ اُجالا ہو مرا اچھے میاں
آنکھ نیچی دونوں عالم میں نہ ہو / بول بولا ہو مرا اچھے میاں
میرے بھائی جن کو کہتے ہیں رضاؔ / جو ہیں اِس دَر کے گدا اچھے میاں
اِن کی منہ مانگی مرادیں ہوں حصول / آپ فرمائیں عطا اچھے میاں
عمر بھر میں اِن کے سایہ میں رہوں / اِن پہ سایہ آپ کا اچھے میاں
مجھ کو میرے بھائیوں کو حشر تک / ہو نہ غم کا سامنا اچھے میاں
مجھ پہ میرے بھائیوں پہ ہر گھڑی / ہو کرم سرکار کا اچھے میاں
مجھ سے میرے بھائیوں سے دُور ہو / دُکھ مرض ہر قسم کا اچھے میاں
میری میرے بھائیوں کی حاجتیں / فضل سے کیجے رَوا اچھے میاں
ہم غلاموں کے جو ہیں لختِ جگر / خوش رہیں سب دائما اچھے میاں

مرحبا سید مکی مدنی اَلعربی
دل و جاں بعد فدایت چہ عجب خوش لقبی
اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
آ گئے آج زمانے میں وہ رحمت بن کر
لائے تشریف وہ اک زندہ حقیقت بن کر
اعظم اِس شان کا محبوب نہ دیکھا نہ سنا
مرحبا صل علی صل علی صل علی

پیش کش: صغیر احمد مصباحی

میں حق اندیش ہوں حق بیں نظر ہے
مرا دشمن زمانہ کس قدر ہے
مقابل میرے کوئی خوش نظر ہے
مری دنیائے دل زیر و زبر ہے
مرا سر اور اُن کا سنگ در ہے
شہ کونین کی مجھ پر نظر ہے
نہ جا واعظ مری تر دامنی پر
مرے اشکوں سے دامن میرا تر ہے
ہو منزل کی طرف ہی خوش خرامی
دماغ و دل اگر شیر و شکر ہے
میں قابو پا کے بھی دشمن کو بخشوں
یہ میرا دل ہے یہ میرا جگر ہے
فدا اپنے نبی پر جان و دل کر
یہی تعلیم بو بکر و عمر ہے
کرے ہر شعر دل کی ترجمانی
یہی فن ہے ، یہی میرا ہنر ہے
اطاعت حق کی ہے طاعت نبی کی
یہی اصل الاصول معتبر ہے
حیات آماج گاہ خیر و شر ہے
نظر تیری اِدھر ہے یا اُدھر ہے

نتیجۂ فکر: سید علی رضوی دردؔ داناپوری

پنجتن کا سایہ پانچوں پر رہے — اور ہو فضل خدا اچھے میاں
سب عزیزوں سب قریبوں پر رہے — سایۂ فضل و عطا اچھے میاں
غوثِ اعظم قطبِ عالم کے لئے — رَد نہ ہو میری دعا اچھے میاں
ہو حسنؔ سرکارِ والا کا حسن — کیجیے ایسی عطا اچھے میاں

کاوش فکر: علامہ حسن رضا بریلوی، استاذِ زمن

فلک دیکھ، فضا دیکھ

روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے — کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ — اُس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایام جدائی کے ستم دیکھ ، جفا دیکھ — بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ!
ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں — یہ گنبد افلاک ، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا ، یہ سمندر یہ ہوائیں — تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ! — سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے — ناپید ترے بحر تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے — تعمیر خودی کر ، اثر آہ رسا دیکھ!
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں — آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں — جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ! — نالندہ ترے عود کا ہر تار ازل سے
تو جنس محبت کا خریدار ازل سے — تو پیر صنم خانۂ اسرار ازل سے
محنت کش وخوں ریز وکم آزار ازل سے — ہے راکب تقدیر جہاں تیری رضا، دیکھ!

نصابِ عشق ووفا سیدہ خدیجہ ہیں

نصابِ عشق و وفا سیدہ خدیجہ ہیں — قرارِ شاہِ دَنا سیدہ خدیجہ ہیں
بلاشبہ ہیں خدیجہ ہی جَدّۂ سادات — بِنائے آلِ عبا سیدہ خدیجہ ہیں
لٹا دیں دولتیں اسلام کی بقا کے لئے — معین دین ھدیٰ سیدہ خدیجہ ہیں
درِ کرم سے کوئی بھی نہیں گیا خالی — کمالِ جود و سخا سیدہ خدیجہ ہیں
خوشی ہو یا کہ ہو غم مصطفیٰ کے ساتھ رہیں — نشانِ صبر و وِلا سیدہ خدیجہ ہیں
حرا پہ توشہ لیے ان کا دم بدم جانا — کمالِ حلم و رضا سیدہ خدیجہ ہیں
نہ ہوگا شور و شغب کوشک خدیجہ میں — مکین خلد عُلا سیدہ خدیجہ ہیں
کہ جن پہ عرش سے تسلیم حق ہوئی نازل — پسند ذاتِ خدا سیدہ خدیجہ ہیں
مٹیں گے تیرے مُشاہدؔ تمام رنج و الم — کہ درد و غم کی دوا سیدہ خدیجہ ہیں

عرض نمودہ: محمد حسین مُشاہد رضوی

مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف میں قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج دادا پیر علیہ الرحمہ کا ۵۴ رواں عرس مقدس

عطائے ربانی، عطائے مصطفےٰ، بیان قولِ میزانی، آقائے دوجہاں کے منظورِ نظر، عکس فاروقی منبع کشف وکرامات، چراغِ انجمن اولیاء اللہ، راز دارِ ربانی، شہنشاہ بریلی شریف قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی شاہ شرافت علی میاں دادا پیر علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ مزاج قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج مولوی بشیر میاں رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف (یوم ولادت باسعادت: ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ ۱۸۹۲ء۔ ماہ اور دن معلوم نہ ہوسکا۔ تاریخ وصال شریف: ۱۱ ربیع النور شریف ۱۳۸۶ھ بروز بدھ/ ۲۸ مئی ۱۹۶۹ء) ۱۱ ربیع النور شریف ۱۴۴۳ھ بروز پیر ۱۸، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور میں دادا پیر علیہ الرحمہ کی نذر پاک کی گئی۔ نذرِ پاک کا آغاز حافظ شمو ثقلینی نائب قاضی ونائب منیجر مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف نے تلاوتِ قرآن پاک سے کیا۔ حافظ رضوان ثقلینی نے نعت پاک پڑھی۔ الحاج شفیع اللہ منصوری ثقلینی صدر مدرسہ غوث الثقلین نے صلوٰۃ وسلام پڑھا اور فاتحہ خوانی کے بعد مدرسہ غوث الثقلین کے لئے ملک وقوم کی ترقی کی خوشحالی وحفظ وامان کے لئے دعا کی۔ نذر پاک کے اختتام پر الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف نے حاضرین محفل کا شکریہ ادا کیا پھر لنگر شریف تقسیم کیا گیا۔ نذرِ پاک میں شرکاء حضرات الحاج عبدالحفیظ انصاری ثقلینی منیجر مدرسہ غوث الثقلین، اسلم منصوری ثقلینی، الحاج اسلم انصاری، ارشاد علی ثقلینی، ماسٹر عبداللطیف ثقلینی، شبو خاں ثقلینی، الحاج طارق اسلم ثقلینی، محمد رفیع ثقلینی، محمد شفیع ثقلینی، منا ثقلینی، غلام وارث ثقلینی، حافظ محمد ریحان ثقلینی، حافظ عبدالاحد ثقلینی، حافظ محمد اعظم خاں ثقلینی، حافظ تیمور خاں ثقلینی، حافظ محمد فیضان ثقلینی، فرمان ثقلینی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

نذر پاک چہلم قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں ثقلینی رحمۃ اللہ علیہ

خداری اویسی، مہمان نوازی عربی، شفقت ثقلینی، رئیس القلم، مضمون نگار، تصوف تحریر، فرماں بردار وجانثار والدین، درس تعظیم عوام الناس، میاں حضور کے بعد اقربا میں ہر دل عزیز، مساجد ومدارس خانقاہ شریف میں دست درازی، راغب مرشد، میاں حضور کے مریدین سے گفتارِ حسن اخلاق، میاں حضور کے منظورِ نظر، نظر فراست، قول میزانی، لب تبسم، سلام پہل، رفتارِ مجاہدانہ، اخلاق کریمانہ، اندازِ صوفیانہ، خانقاہ شریف میں میاں حضور کے حکم کے تحت خدمت گزار، مخدوم گرامی وقار محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب الحاج ممتاز میاں ثقلینی صاحب المعروف بڑے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرپرست شاہ ثقلین اکیڈمی آف انڈیا بریلی شریف، حسب ذیل تاریخ میں دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔ حیات زندگی سفر آخرت میں منتقل ہوگئی۔ ہر عقیدت مند کی چشم نم اور قلب عقیدت کو غم زدہ کر گئے۔ مزار مقدس بر مقام ککرالہ ضلع بدایوں شریف۔ تاریخ وصال: ۹ صفر ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ، ۱۷ ستمبر ۲۰۲۱ء (اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے ایام سے افضل اِس یوم کی تعریف فرمائی ہے) ۱۷ ربیع النور شریف ۱۴۴۳ھ بروز دوشنبہ (پیر) ۲۵، اکتوبر ۲۰۲۱ء کو مدرسہ غوث الثقلین میں چہلم کی نذر پاک بڑے حاجی صاحب کی منعقد کی گئی۔ نذرِ پاک کا آغاز حافظ شمو ثقلینی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ حافظ محمد رضوان ثقلینی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

نذر پاک میں شرکا حضرات الحاج عبدالحفیظ انصاری ثقلینی منیجر مدرسہ غوث الثقلین، اسلم منصوری ثقلینی، الحاج اسلم انصاری، ارشاد علی ثقلینی، ماسٹر عبداللطیف ثقلینی، شبو خاں ثقلینی، الحاج طارق اسلم ثقلینی، محمد رفیع ثقلینی، محمد شفیع ثقلینی، منا ثقلینی، غلام وارث ثقلینی، حافظ محمد ریحان ثقلینی، حافظ عبد الاحد ثقلینی، حافظ محمد اعظم خاں ثقلینی، حافظ تیمور خاں ثقلینی، حافظ محمد فیضان ثقلینی، فرمان ثقلینی شامل تھے۔

امام عالی مقام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقبلہ وکعبہ الشاہ الحاج حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نذر پاک کی گئی

(۱) امام عالی مقام ریحانۃ النبی حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(یوم ولادت باسعادت: ۱۵ رمضان المبارک مطابق یکم دسمبر ۶۲۴ء۔ یوم شہادت: ۲۸ صفر مطابق یکم اپریل ۶۷۰ء۔

(۲) سلطان الاولیاء، تاج الاولیاء، الحاج حافظ وقاری مفتی زمانہ، امام ربانی، مجدد الف ثانی محبوب سبحانی، حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف، پنجاب میں جلوہ گر ہوئے۔ یوم ولادت باسعادت: ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۳ء۔ تاریخ وصال: ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ بروز جمعہ/ یکم جون ۱۶۲۳ء۔

بتاریخ ۲۸ صفر ۱۴۴۳ھ بروز بدھ ۱۶، کتوبر ۲۰۲۱ء کو مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور میں اِن دونوں برگزیدہ ہستیوں کی نذر پاک کی گئی۔ نذر پاک کا آغاز حافظ شمو ثقلینی نائب قاضی ونائب منیجر مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف نے تلاوت قرآن سے کیا۔ حافظ رضوان ثقلینی نے نعت پاک پڑھی۔ الحاج حافظ شفیع اللہ منصوری ثقلینی مدرسہ غوث الثقلین نے صلوٰۃ وسلام پڑھا اور فاتحہ خوانی کے بعد مدرسہ غوث الثقلین کے لئے ملک وقوم کی ترقی کی خوشحالی وحفظ وامان کے لئے دعا کی۔ نذر پاک کے اختتام پر الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف نے سب کا شکریہ ادا کیا۔

نامہ نگار: مریم ثقلینی، مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف، شاہجہاں پور (یوپی) الہند

(ادارتی نوٹ: الحاج محمد نبیہ قصاب ثقلینی صاحب کے اشتہار میں کوئی ترمیم نہیں کی جاتی ہے۔ ادارہ)

عرس چہلم حضرت سید طاہر میاں بلگرامی

۲۵ ستمبر ۲۰۲۱ء کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف میں منعقد مرجع ارباب طریقت منبع اخلاق و کردار، آل رسول حضرت سید طاہر میاں بلگرامی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں اتفاق واتحاد اور محفل کی جو، روحانیت دیکھنے کو ملی وہ دور دور تک کسی اجلاس میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ حضرت طاہر ملت علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد مصدر تجلیات واحدی شیخ طریقت حضرت مولانا سید سہیل میاں قادری چشتی واحدی کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ کا سجادہ منتخب کیا گیا۔ اس محفل نور میں سادات عظام اور ملک بھر کی خانقاہوں کے سجادگان اور نامور علمائے کرام نے شرکت فرمائی، محفل کا انعقاد خانقاہ واحدیہ طیبیہ کے کشادہ صحن اور تاریخی قدیمی مسجد کے احاطہ میں ہوا۔ مرکز تجلیات قادریت و برکاتیت مارہرہ شریف کے صاحب سجادہ رفیق ملت صوفی طریقت شیخ کامل حضرت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی مارہروی نے دوران خطاب کئی قیمتی باتیں کہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سرکار سید طاہر ملت نے بڑی محنت و لگن سے رزق حلال کسب فرما کر اپنے صاحب زادگان کی پرورش فرمائی اور یہ خانقاہ یعنی حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی کی خانقاہ کرامات سے نہیں بلکہ علم وحکمت سے پہچانی گئی ہے پھر بعد میں حضرت رفیق ملت نے شیخ طریقت سید سہیل میاں کو اپنا ''رومال'' بطور تبریک عطا کرنے کے بعد اپنے سلسلہ برکاتیہ کی خلافت واجازت سے نوازتے ہوئے کہا کہ یہ فیض اصل میں اسی در (خانقاہ واحدیہ) کا ہے جو آج میں سہیل میاں کو عطا کر رہا ہوں۔

ان سے پہلے مرجع طریقت بحر معرفت حضرت حافظ مولانا سید اویس مصطفی قادری صغروی صاحب سجادہ خانقاہ صغرویہ بلگرام شریف نے دوران نصیحت قیمتی باتیں کہیں اور ساتھ میں اپنے سلسلہ صغرویہ کی خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ سہیل میاں مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں لیکن خاندان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ جو عمر میں بڑے ہوتے ہیں وہ بھی اپنی خلافت واجازت سے نوازتے ہیں چونکہ بڑے بھائی سید نجیب میاں اپنی خلافت واجازت سے نواز چکے ہیں، اس لئے میں بھی اپنی خلافت صغرویہ جو خاندان کا پہلا سلسلہ ہے اُس سے نوازتا ہوں۔ اس درمیان حضرت سید سہیل میاں نے حضرت سید اویس مصطفی صغروی کا شکریہ ادا کیا۔ یہ منظر قابل دید تھا پھر دعا کرتے ہوئے کہا کہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کو حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی اور نانا جان سید طاہر ملت کا سچا پکا جانشیں بنائے اور برکتیں نصیب فرمائے۔ حضرت سید اویس مصطفی نے دوران خطاب محفل میں تشریف فرما اپنے خاندان صغرویہ کے تمام افراد کے لئے دعا فرمائی اور کہا کہ ہم تمام کو اللہ شیر وشکر کی طرح رکھے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین

یہ لمحات واقعی قابل دید، روحانیت زار تھے جب بڑی بڑی خانقاہوں کے سادات کرام حضرت آل رسول سید سہیل میاں کو اپنی دعاؤں سے نواز رہے تھے اور مشائخ عظام کے مابین اتفاق واتحاد اور الفت ومحبت کی یہ روحانی گھڑی دیکھ کر تمام مشائخ کے محبین ومریدین فرحاں وشاداں تھے اور کیوں نہ ہو کہ ایسا ہونا بھی چاہیے۔ صاحبزادہ حضرت سید سعید اختر اور صاحبزادہ حضرت سید رضوان میاں نے بھی اپنے بھائی حضرت سید سہیل میاں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تمام بھائی باتفاق رائے سہیل میاں کو سجادگی پر مقرر کر رہے ہیں۔ حضرت سید سعید اختر صاحب کے اس جملہ نے محفل میں ایک رنگ پیدا کر دیا پھر وہ وقت بھی آیا جب سرکاران مارہرہ اور بلگرام نے مشترکہ طور پر حضرت سید سہیل میاں کے سر پر سجادگی کی پگڑی باندھی تو پوری محفل نعرہائے تکبیر ورسالت سے گونج اٹھی۔ اخیر میں حضرت سید سہیل میاں نے آبدیدہ ہوکر عظمت والدین پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا میں مجھے کوئی نعمت مل جائے لیکن طاہر ملت جیسا باپ نہیں ملے گا۔ انھوں نے کہا کہ یہ رسم سجادگی کی ذمہ داریاں کیا ہیں، میرے دل سے پوچھو کہ آج میں کتنا گراں بار ہوں لیکن کوشش یہ ضرور کروں گا کہ طاہر ملت کی ادا بن سکوں۔ حضرت سید سہیل میاں نے کہا کہ طاہر ملت اپنے بے شمار محبین کے روحانی باپ تھے اور ان کے جانے سے صرف میری اور میرے بھائیوں کی آنکھیں نم نہیں بلکہ ان سے ایک مرتبہ بھی اگر کوئی ملا تو اُن کی آنکھیں بھی نم ہیں۔ حضرت طاہر ملت دسترخوان پر کیوں نہ بیٹھے ہوں لیکن اگر ملنے والا پریشان حال آجاتا تو نوالہ چھوڑ کر اُن سے ملنے باہر تشریف لے آتے۔

شیخ طریقت حضرت مولانا سید ندیم القادری راجستھانی نے بھی اولیائے طریقت کی شان میں تصوف سے پر اشعار پیش کیے جس سے مجمع کی روح بیدار ہوگئی۔ اسی اجلاس میں حضرت سید طاہر ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل سہ ماہی ''جام میر'' کا خصوصی ضمیمہ ''معارف طاہر ملت'' کی رونمائی ہونا تھی لیکن کسی سبب سے نہیں ہو پائی، اب یہ کام مکمل معیاری انداز میں خلیفہ طاہر ملت حضرت قاری عارف القادری واحدی کی سرپرستی میں انجام پا رہا ہے، ان شاء اللہ رواں ماہ عرس طیبی واحدی میں اس کا اجرا عمل میں آئے گا۔ اس محفل نور میں حضرت سید فیضان میاں بلگرامی، حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ میاں بلگرامی، مولانا صغیر احمد جوکھنپوری، مفتی محمد حنیف برکاتی، حضرت سید حسان میاں مسولی شریف، خلیفہ طاہر ملت قاری عارف القادری واحدی، مولانا عرفان الحق قادری، مولانا اسرار احمد فیضی، مفتی امیر حسن امجدی، مولانا اختر رضا قادری، قاری سخاوت حسین رضوی پیلی بھیت، قاری ارشاد ازہری سیتھل، مفتی خورشید عالم مصباحی، قاری ناظر حسین حسینی (وغیرہ) بہت سے علمائے کرام شریک رہے۔ قاری ناظر رضا حسینی، مولانا اسرائیل مسعودی اور قاری یوسف رضا سنبھلی نے مشترکہ طور پر نظامت کے فرائض انجام دیے۔

حضرت رفیق ملت، حضرت سید اویس مصطفی قادری اور سہیل ملت کے دعائیہ کلمات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد محفل ختم ہوئی۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی، خانقاہ قادریہ تیغیہ کھرساہا شریف سیتامڑھی (بہار) 7250071110

رضوی کتاب گھر کی مطبوعات

رابطہ کا پتہ: RAZVI KITAB GHAR
423,Matia Mahal,Jama Masjid,Delhi-6 Ph:23264524

نام و پتہ..

نام کتاب	روپے	تعداد
(الف)		
الإبریز۔اردو ترجمہ خزینۂ معارف	400/=	
اسلامی زندگی فقیہ شافعی کی روشنی میں	300/=	
انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	300/=	
امام احمد رضا اور معارف تصوف	240/=	
امام اعظم ابو حنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں	160/=	
الزہد (تقویٰ کی حقیقت اور احادیث رسول)	240/=	
انعام شریعت	140/=	
امام پاک اور یزید پلید	160/=	
انوار امام احمد (دو جلدوں میں)	1200/=	
امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات	200/=	
امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	180/=	
اصلاح فکر و اعتقاد	240/=	
النجوم شعری مجموعہ (بیکل اتساہی)	120/=	
افکار رضا	120/=	
اذان خطبہ کہاں ہو	50/=	
اسلام اور چاند کا سفر	60/=	
اسلامی ضابطۂ زندگی	200/=	
انوار درود و سلام	140/=	
امتیاز حق و باطل	100/=	
التحفۃ المرسلہ	100/=	
امام احمد رضا اور مسائل نکاح	60/=	
انوری تقریریں	160/=	
اشرفی تقریریں	160/=	
آسان تقریریں (اوّل و دوم)	60/=	
آسان تقریریں (سوم چہارم)	60/=	
احکام نماز اور اتباع سنت (نماز حبیب کبریاء)	160/=	
اسلامی زندگی	80/=	
ارشادات اعلیٰ حضرت	40/=	
امام المحدثین	40/=	
امام علم و فن نمبر	600/=	
امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	40/=	
اصول نظامت	30/=	
اقبال و احمد رضا	40/=	
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی	100/=	
افضلیت مصطفیٰ	30/=	
ایصال ثواب کی شرعی حیثیت	15/=	
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ (اردو ہندی ساتھ میں)	20/=	
(ب)		

نام کتاب	روپے	تعداد
بزم اولیاء (ترجمہ روض الریاحین)	450/=	
بنگال اور اسلام	40/=	
بابری مسجد کی شہادت اور تعمیر نو	50/=	
بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری	120/=	
بارہ تقریریں	160/=	
بارہ مہینوں کی نفل نمازیں	30/=	
بچوں کی تقریریں	20/=	
(ت)		
تفسیر روح البیان (مکمل ۱۵ رجلدوں میں)	10000/=	
تفسیر نعیمی (۱۹ رجلدوں میں)	7500/=	
تفسیر مظہر القرآن (مکمل ۳۰ پارے دو جلدوں میں)	1200/=	
تفسیر الم نشرح (مکمل مجلد)	400/=	
تین طلاق اور حکم شریعت	80/=	
تذکرۃ المجد دین	400/-	
تذکرۃ الانبیاء (مکمل مجلد)	350/=	
تذکرۃ الاولیاء	200/=	
تذکرہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	200/=	
تاجدار کربلا	260/=	
تاریخ کربلا	200/=	
تجلیات مفتی اعظم ہند	120/=	
تاریخ نجد و حجاز	240/=	
تحقیقات مکمل	120/=	
تذکرہ حافظ عبد الرؤف	50/=	
تذکرہ علی احمد صابر کلیری مجلد	120/=	
تہتر میں ایک (مجلد)	120/=	
تجلیات شرف	100/=	
تخلیق آدم	80/=	
تاج خطابت	160/=	
(تاجدار یمن) حضرت اویس قرنی	140/=	
تمہید ایمان	40/=	
تعارف اہل سنت	40/=	
تین برگزیدہ شخصیتیں	50/=	
تین طلاق کا شرعی حکم	30/=	
تجلیات علم	80/=	
تجلی الیقین بأن نبینا شفیع المذنبین	50/=	
تضمین بر لاکھوں سلام	10/=	
تین نورانی راتیں	20/=	
تبلیغی جماعت کا فریب	15/=	
تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں	15/=	

نام کتاب	روپے	تعداد
تعظیم نبی اور امام احمد رضا	240/=	
تحفۂ معینیہ ترجمہ رسالہ شریفیہ	30/=	
توحید کا اُجالہ، شرک کا اندھیرا (اردو، ہندی)	160/=	
(ج)		
جان ہے عشق مصطفیٰ	350/=	
جاء الحق (مکمل مجلد)	280/=	
جذب القلوب	140/=	
جان جاناں	160/=	
جمال اولیاء	100/=	
جانِ خطابت	120/=	
جشن میلاد النبی	30/=	
جماعت اسلامی کا شیش محل	60/=	
جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز	140/=	
جنتی زیور	200/=	
(ح)		
حیاۃ الشہدا و الموتیٰ	60/=	
حدائق بخشش (کلاں مجلد)	160/=	
حصن حصین	120/=	
حیات تاج الشریعہ	140/=	
حسام الحرمین	140/=	
حق و باطل کی پہچان	15/=	
حدیثوں کی روشنی	120/=	
(چ)		
چالیس حدیثوں کا گلدستہ	120/=	
چند کفری اشعار پر شرعی گرفت	40/=	
(خ)		
خلاصہ فقہ شافعی	200/=	
خطبات ممبریہ (خطبۂ جمعہ)	100/=	
خاک کربلا	140/=	
خون کے آنسو	180/=	
خطبات شان مصطفیٰ	250/=	
خطبات غزالی	140/=	
خطبات اسلام	120/=	
خطبات مجاہد (جلد اول)	160/=	
خطبات مجاہد (جلد دوم)	140/=	
خطبات اعظمی (مکمل)	120/=	
خطبات ربانی (حصہ اول مجلد)	100/=	
خطبات ربانی (حصہ دوم مجلد)	140/=	
خطبات ابوالحقانی	40/=	
خطبات خواتین	120/=	
ختمات رضویہ	20/=	
(د)		
داستانِ کربلا	140/=	

نام کتاب	روپے	تعداد
دیوبند کی خانہ تلاشی	60/=	
دیوبند کا نیا دین	70/=	
دلکش تقریریں	40/=	
دعوت فکر	100/=	
(ر)		
روح خطابت	120/=	
(ز)		
زین المجالس	200/=	
زیارت قبور (مجلد)	100/=	
زیارت قبور (کور)	10/=	
(س)		
سعادۃ الدارین (مکمل ۲ رجلدوں میں)	600/=	
سیرت مصطفیٰ (اردو) ڈیلکس	240/=	
سیرت مصطفیٰ (ہندی) ڈیلکس	240/-	
سراج وہاج شرح درود تاج	120/=	
سچی حکایات (مکمل مجلد)	300/=	
سبع سنابل شریف	180/=	
سیرت خواجہ غریب نواز	240/=	
سیرت غوث اعظم	140/=	
سیرت غوث پاک	140/=	
سیرت رسول اکرم	200/=	
سیرت امام شافعی	100/=	
سوانح کربلا	80/=	
سنی دیوبندی اختلاف کا مصنفانہ جائزہ	120/=	
سنی بہشتی زیور	200/=	
سوانح حضرت اویس قرنی	50/=	
سوانح حضرت جنید بغدادی	50/=	
سیرت امام احمد رضا	40/=	
سواد اعظم	30/=	
سنت خیر الانام	120/=	
سید سلیمان اشرف بہاری (حیات و خدمات)	30/=	
سید نظمی مارہرہ شخصیت اور فن	80/=	
سبق آموز تاریخی کہانیاں	80/=	
سات مسائل	15/=	
سچی نماز اُردو کلاں	40/=	
(ش)		
شارح بخاری نمبر	300/=	
شافعی بہشتی زیور (مکمل دو جلدوں میں)	800/=	
شافعی معلم الدین (دینی تعلیمی کورس)	60/=	
شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ انا	400/=	
شفا شریف (مکمل مجلد)	320/=	
شان حبیب الرحمن	160/=	
شام کربلا	140/=	

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری کے عرس کے موقع پر خراج عقیدت

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

رئیس القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان بلا شبہ اپنے عہد کے سب سے بڑے محسن اہل سنت تھے۔ میری آنکھوں نے جماعت اہل سنت کی جن بڑی بڑی شخصیات کو ملاحظہ کیا ہے یقینی طور پر ملی مسلکی اور مذہبی درد رکھنے والوں میں اِس قلندر صفت مردِ درویش کے عزم جنوں کو سب میں اول پایا۔ ہر وقت مسلک وملت کے لئے کچھ بھی کر گذرنے کی اور رنگ زیبی ضد اور اُس ضد کو کامیاب کرنے کی خاطر شب دیجور کے سناٹوں میں آنسوؤں کی برسات سے اللہ عزوجل کی زمین رحمت کو اپنے حق میں سرسبز وشاداب کر لینے کا ہنر اُنہیں خوب خوب آتا تھا۔

یوں تو اُن کی دعائیں ہمیشہ راقم السطور کے گھر والوں پر ابر نیساں کی طرح برستی رہی ہیں۔ والد ماجد وقارِ ملت علامہ جمال احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تنظیمی تعمیری تحریکی فکروں کے پھیلے ہوئے اجالوں میں اُسی قائد کی پاکیزہ تربیت کا خون جگر شامل ہے۔ والد ماجد کو اپنے حکم پر ادائے نستعلیق کی وجہ کر اُن کو اپنے روحانی بیٹوں میں رکھتے اور اُسی بنیاد پر مجھ فقیر کو قائد موصوف ''پوتا'' کہا کرتے۔ یقیناً قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی ذات آج کی تاریخ میں اِس شعر کا مصداق ہے:

ڈھونڈا ہی کرو ملکوں ملکوں ملنے کو نہیں نایاب ہیں ہم　　　تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

فضیلت کی ڈگری کے بعد عصری جامعات کی جانب مدارس اسلامیہ کے ذی شعور طلباء کے بال و پر کو پرواز کا ہنر اُسی قائد نے بخشا ہے اور اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے موسم گرما کی سخت تپش میں ''ستو'' کھا کھا کر جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کی فلک بوس عمارت ذاکر نگر دہلی میں قائم فرما کر ملت اسلامیہ پر وہ عظیم احسان فرمایا کہ جواہر لعل یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے لے کر جامعہ از ہر مصر تک ہم جیسے غریب گھرانوں کے لڑکوں نے قدم رکھنے کے حوصلے خود میں پیدا کیے ہیں۔ کشمیر کانفرنس، مسلم پرسنل لا کانفرنس اور سنی کانفرنس اُن کی سچی قیادت اور نبض شناس مسیحائی کی منھ بولتی تصویر ہیں۔ مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ، جامعہ فیض العلوم جمشید پور، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی اینٹوں کی سرخیاں علامہ علیہ الرحمہ کے خون جگر کی قربانی کی گواہی دیتی ہیں۔

علامہ کے بہت کچھ کر گذر جانے کی راہ میں وہ بڑے چہرے بھی رکاوٹ بنے جو مقتضیات عصر سے دانستہ غافل رہے۔ اگر میں اُن کی اُس آپ بیتی کو جگ بیتی کروں تو اَندھ بھکتوں کے خرمن میں آگ لگ جائے ورنہ جماعت اہل سنت کا رنگ کچھ اور بھی نکھر انکھرا ہوتا۔ یورپ کی کلیساوں میں اپنا گھر بار بنانے والوں کو اذان دینے کا ہنر اُسی مخلص داعی اسلام نے دیا اور ملکوں ملکوں نبی کی محبت کو عام کرنے کی خاطر ''دعوت اسلامی'' جیسی عالمی تنظیم کا خاکہ چند دیوانوں کے ساتھ آپ نے ہی کھینچا ہے۔ تدریس وتصنیف، تنظیم وتحریک ہر میدان میں اپنا لوہا منوانے والے اُس مردِ آہن نے مختصر شاعری کی مگر سوزِ دروں، ندرت وحلاوت، لفظوں کی تراکیب وبندش اور زبان وبیان کی خوب صورتی اُنہیں ایک باوقار نعت گو شاعر ثابت کرتی ہے۔

سردست ایک واقعہ ہدیہ قارئین ہے کہ دار العلوم فیض الباری نوادہ میں جشن دستار بندی بموقعہ رحمت عالم کانفرنس میں قائد علی الاطلاق علامہ کی شرکت ہوئی تھی جس کی سرپرستی قطب الشائخ علامہ سید قطب الدین اشرف اشرفی الجیلانی اور صدارت باقر العلوم علامہ عبد الرسول باقر علی خان شیخ الحدیث میرے نانا جان علیہ الرحمہ کی تھی۔ سامعین وشائقین کا وجد آفریں مجمع تا حد نگاہ عشاق مصطفی کا اَنبوہ، رات کی آخری قبولیت کی گھڑی تھی۔ علامہ نے دل نواز ترنم سے جب اپنی کاوش فکر ''دونوں عالم کے سرکار آجایئے'' پیش کیا، آنکھیں اشک بار تھیں اور کلام سے سامعین عوام وخواص ہر ایک کا وہ حال کیا کہ چشم گریاں اور دل بریاں کی شراب دوآتشہ سے پوری فضا مست مئے **حق ھو** ہو چکی تھی۔

میں اڑیسہ کے سفر پر ہوں۔ آج ان کی یاد آئی تو آتی چلی گئی، ماضی کے دریچوں سے اُن کو آج میں نے بار بار دیکھا، کئی بار ہم مسکرائے بھی اور کئی بار روئے بھی، نتیجۃً دردِ دل نے تحریر کا اِرتجالی لباس زیب تن کر لیا ہے۔ سچ ہے کہ

تازہ گاہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

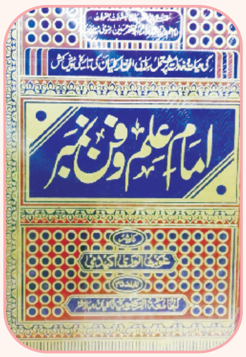
(۲۲، ۲۳ ستمبر ۲۰۲۱ء بدھ، جمعرات) عرس قائد اہل سنت کی تاریخ ہے، اِس موقع پر اُن کے مشن کو سمجھنے کی کوشش اور اُس پر عمل ہی ان کے لئے بہترین خراج عقیدت ہے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان کی تربت پہ رحمت ونور کی برسات ہوتی رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ایسا کہاں سے لاوں کہ تجھ سا کہوں جسے

یکے از خوشا چینان خرمن افکارِ رئیس القلم

محمد نعمان اختر فائق الجمالی (مہتمم دار العلوم فیض الباری نوادہ) پیش کش: شہزادہ قائد اہل سنت غلام ربانی، مالک مکتبہ جام نور، جامع مسجد دہلی

رضوی کتاب گھر اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی سے حاصل کریں

مظہر علوم اعلیٰ حضرت، نائب ملک العلماء، استاذِ مطلق حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر مبنی سہ ماہی **المختار** کلیان کی شاندار پیش کش



قیمت
500
رعایت کے ساتھ
200

امام علم وفن نمبر

ایک جلد
صفحات
816

ترتیب وتہذیب: مولانا احمد رضا مصباحی

اہتمام وتعاون: مولانا محمد مسعود رضا قادری، مولانا محمد جہانگیر اشرف رضوی

تصحیح ونظر ثانی: مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، مفتی حسن منظر قدیری، مفتی امجد رضا قادری

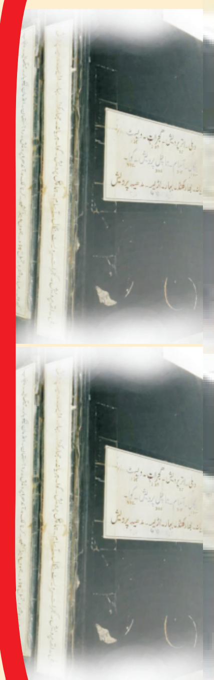
۲۰، ابواب ہیں اور ۱۰۵ مقالے۔ ۲۵ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے تأثرات ہیں

پہلا باب: تأثراتی کلمات مشائخ عظام۔ **دوسرا:** تأثرات دانشور علمائے کرام
تیسرا: امام علم وفن کے اساتذہ ومشائخ۔ **چوتھا:** سیرت وسوانح
پانچواں: خصائل وفضائل۔ **چھٹواں:** تفہیم وتدریس۔ **ساتواں:** فقہ وافتا
آٹھواں: مظہر علوم اعلیٰ حضرت۔ **نواں:** عصری وسائنسی علوم۔ **دسواں:** تحقیق وتنقید
گیارھواں: زبان وادب۔ **بارھواں:** جامع علوم وفنون۔ **تیرھواں:** معروف تلامذہ۔
۱۴واں: جو آنکھوں نے دیکھا۔ **۱۵واں:** غروب آفتاب۔ **۱۶واں:** عربی انگریزی مقالے۔
۱۷واں: منظومات۔ **۱۸واں:** پیغامات ومکتوبات۔ **۱۹واں:** اخباری تراشے۔
۲۰واں: عکوس ونوادرات

7827420875 Paytm Pay / 9911971593 / 9350505879

اپنا نام پتہ درست کرالیں





دفتر کے رجسٹر میں درج ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کے اعزازی ممبران اور عمومی خریدار صاحبان کے نام، پتے، فون نمبر، موبائل اور پن کوڈ کی جانچ کر کے نیا اِندراج رجسٹر بن رہا ہے، زرِ سالانہ ادا کرنے والے جو بھی اس کے قارئین ہیں، اُن سے گزارش ہے کہ رومن انگلش میں اپنے معروف نام، علاقے میں مشہور عرفی نام ولقب، موبائل نمبر اور پن کوڈ لکھ کر بھیج دیں، واٹس ایپ کر دیں یا پھر میل کر دیں۔

جن حضرات نے زرِ سالانہ براہ راست جمع کیا تھا، منی آرڈر کیا تھا اکاؤنٹ میں جمع کرایا تھا لیکن اُنھیں ماہ نامہ نہیں ملتا ہے، وہ لوگ موبائل نمبر کے ساتھ یہ بھی لکھیں کہ فلاں مہینے اور فلاں وقت سے نہیں ملتا ہے۔

جن حضرات کے حوالے سے یقین کرنا مشکل ہو گا کہ انھیں ماہ نامہ ملتا ہے تو پھر جنوری سے ماہ نامہ بند کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جنھیں دفتر سے رسالہ جاتا ہے لیکن اُنھیں ملتا نہیں تو بند کرنا ہی بہتر ہوگا۔

Email.:kanzuliman.delhi@gmail.com

9911971593: 9350505879

7827420875





RNI No. 69814/98
Date of Publishing 5 & 6
Posted At Delhi RMS & G.P.O. Delhi-110006
"KANZUL IMAN" MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, DL-6, 011-23264524
POSTAL REGD. No. DL (DG-11) / 8055/2021-2023
Date of Posting 10 & 12 EVERY ADVANCED MONTH
December- 2021
Rs.25/-
weight 90 grams
Total 68 Pages With Title Cover
Editor: Mohammed Qamruddin Razvi
PRINTED AT : JAVEED PRESS 2096 RODGRAN, LAL KUAN, DELHI-110006